

نَصْرَ اللَّهِ أَمْرٌ أَسْعَ مَنْ أَحْدَيْتَهَا فَحَفِظْهُ حَتَّى يَبْلُغَهُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ



شماره نمبر  
104

جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ  
اپریل ۲۰۱۳ء

حضور

# الاجتماع

ماہنامہ  
اجتماع

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا حدیث سے ثابت ہے

صفاتِ باری تعالیٰ اور سلفی عقائد

امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟

ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار

نماز جمعہ (جہری نماز) میں فاتحہ خلف الامام اور آل دیوبند



مکتبۃ الحدیث



حضور، اٹک: پاکستان

www.ircpk.com

حافظ زبیر علی زئی

## حنفیہ کے مزعوم امام ابوحنیفہ تابعی نہیں تھے

محمد ارشد سجاد دیوبندی نے حنفیہ کے امام ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) کے بارے میں لکھا ہے: ”اللہ رب العزت نے آپ کو بے شمار خوبیوں اور صفات سے نوازا تھا جن میں سے ایک بہت بڑی صفت یہ بھی ہے کہ آپ تابعیت کے بلند پایہ مرتبہ پر بھی فائز ہوئے۔“ اس کے بعد ارشد سجاد صاحب نے درج ذیل علماء کے ذاتی اقوال پیش کئے:

- ۱: ابن الندیم (پیدائش نامعلوم، وفات ۳۳۸ھ بحوالہ معجم المؤلفین)
- ۲: ابن عبد البر (پیدائش ۳۶۸ھ) ۳: ذہبی (پیدائش ۶۷۳ھ)
- ۴: یافعی (پیدائش ۷۰۰ھ) ۵: ابن کثیر (پیدائش ۷۰۱ھ)
- ۶: ابن حجر العسقلانی (پیدائش ۷۷۳ھ) ۷: عینی حنفی (پیدائش ۷۶۲ھ)
- ۸: ابن العماد حنبلی (پیدائش ۱۰۳۲ھ) (دیکھئے الیاس عجمی کا تافلہ ج ۷ ص ۳۹-۴۰)

یہ سب علماء حنفیہ کے امام کی وفات کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے تھے، لہذا ان کے اقوال منقطع و بے سند ہونے کی وجہ سے یہاں مردود ہیں۔ ان منقطع و بے سند اقوال کے مقابلے میں حنفیہ کے امام ابوحنیفہ نے خود اپنے بارے میں فرمایا: ”ما رأیت أفضل من عطاء“ میں عطاء (بن ابی رباح) سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (الکامل لابن عدی ۷/۲۳۷، واللفظہ، طبعہ جدیدہ ۸/۲۳۷ و سندہ صحیح، مسند علی بن الجعد ۲/۷۷۷-۷۷۸، دوسرا نسخہ: ۱۹۷۸، تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۵، اعلل

الصغیر للترمذی ص ۸۹۱، کتاب القراءات خلف الامام للبیہقی ص ۳۳ تحت ح ۳۲۱ دوسرا نسخہ ص ۱۵۷ تحت ح ۳۳۵)

ظاہر ہے کہ اس گواہی سے ثابت ہوا کہ امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، ورنہ وہ یہ کبھی نہ کہتے: میں نے عطاء سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام صاحب کے اپنے اس قول اور گواہی کے مقابلے میں اگر مذکورہ حوالوں کی طرح بے سند و منقطع ایک ہزار حوالے بھی ہوں تو علمی میدان میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ (دیکھئے توضیح الاحکام ۲/۴۰۳-۴۰۸)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

104

کتابتیں احسن الحدیث

# الاحیاء الحیث

مضرو

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

مدیر: حافظ ندیم ظہیر

ابو جابر عبداللہ دامانوی	ابو خالد شاکر
محمد سرور عام	محمد ارشد کمال
محمد زبیر صادق آبادی	محمد صدیق رضا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جلد: 10 جمادی الاولیٰ 1433ھ اپریل 2012ء شماره: 4

## اس شمارے میں

- فقہ الحدیث ..... حافظ زبیر علی زئی 2  
توضیح الاحکام / فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا  
حدیث سے ثابت ہے ..... حافظ زبیر علی زئی 14  
صفات باری تعالیٰ اور سلفی عقائد ..... حافظ زبیر علی زئی 17  
امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟ حافظ زبیر علی زئی 31  
ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار  
..... حافظ زبیر علی زئی 34  
نماز جمعہ (جبری نماز) میں فاتحہ خلف الامام اور آل دیوبند  
..... محمد زبیر صادق آبادی 49

قیمت

فی شمارہ: 25 روپے  
سالانہ: 400 روپے  
مع محصول ڈاک پاکستان

مکتبہ الحدیث

مکتبہ الحدیث  
حضرت ضلع انک

ناشر: حافظ شیر محمد  
0300-5288783

مکتبہ الحدیث

مکتبہ الحدیث  
حضرت ضلع انک

0302-5756937

## اشراء المصاح

اشراء المصاح في تحقيق بشكوة المصاح

### باب السواك الفصل الأول مسواک کا بیان پہلی فصل

(۲۷۶) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله ﷺ: (( لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بتأخير العشاء ، و بالسواك عند كل صلاة . )) متفق عليه .  
ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا ڈرنہ ہوتا تو میں انھیں عشاء (کی نماز) تاخیر سے پڑھنے اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۸۸۷، صحیح مسلم: ۴۲/۴۲)

فقہ الحدیث:

- ۱: مسواک واجب نہیں بلکہ سنت ہے، لیکن اس قدر تاکید سے اس کی اہمیت واضح ہے، نیز مسواک فطرت (دین اسلام) میں سے ہے۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۷۱)
- ۲: رسول اللہ ﷺ کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہے الا یہ کہ کوئی صحیح دلیل اور قرینہ صارفہ اسے وجوب سے استحباب وغیرہ کی طرف پھیر دے۔
- ۳: رسول اللہ ﷺ اپنی امت پر بے حد مہربان تھے، آپ ہر معاملے میں اپنے امتیوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ (نیز دیکھئے سورۃ التوبہ: ۱۲۸)
- ۴: مسواک منہ کو پاک کرنے والی اور رب کی رضا مندی ہے۔

(سنن النسائي ۱۰۷۱ ج ۵، سننہ حسن و صحیح حدیث صحیح)

۵: مسواک کو استعمال کرنے سے پہلے دھونا چاہئے۔

(دیکھئے سنن ابی داؤد: ۵۲۰۲ سندہ حسن لذاۃ وحسنہ النووی فی المجموع ۱/۲۸۳)

۶: ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی مسواک پانی میں بھیگی رہتی تھی جسے وہ استعمال کرتی تھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۷/۱۸۰۱، سندہ حسن)

۷: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روزے کی حالت میں مسواک کرنے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۵۷ ج ۳۹۱۳۹، سندہ صحیح)

آپ فرماتے: روزے دار کے لئے خشک اور تر (دونوں طرح کی) مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (ابن ابی شیبہ ۳/۳۷۷ ج ۳۹۱۷۳، سندہ صحیح)

اگرچہ بعض علماء تر مسواک کو مکروہ سمجھتے تھے، لیکن راجح یہی ہے کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

۸: امام شعبی (تابعی) نے کہا: مسواک منہ کی صفائی اور آنکھوں کی جلاء (روشنی) ہے۔

(ابن ابی شیبہ ۱۷/۱۷۹۶ ج ۱۷۹۶، سندہ صحیح)

۹: بعض روایات میں ہر نماز سے پہلے مسواک کے بجائے ہر وضو سے پہلے مسواک کا ذکر آیا ہے اور ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔

”ہر نماز سے پہلے“ سے بھی یہی مراد ہے کہ ہر وضو سے پہلے مسواک کی جائے اور اگر ہر نماز سے پہلے (وضو ہونے کے باوجود) بھی مسواک کر لی جائے تو جائز ہے۔ واللہ اعلم

۱۰: عشاء کی نماز (اگر عذر شرعی نہ ہو تو) تاخیر سے پڑھنا افضل ہے۔

یاد رہے کہ عشاء کا وقت تیسری رات کے چاند کے چھپ جانے سے شروع ہو جاتا ہے اور آج کل کی گھڑیوں کے حساب سے غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد عشاء شروع ہو جاتی ہے۔

(۳۷۷) و عن شریح بن ہانسی، قال: سألت عائشة: بأي شيء كان يبدأ

رسول الله ﷺ إذا دخل بيته؟ قالت: بالسواك. رواه مسلم.

اور شریح بن ہانی (رحمہ اللہ، تابعی) سے روایت ہے کہ میں نے عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے پوچھا: رسول اللہ ﷺ جب گھر تشریف لاتے تو سب سے پہلے کون سا کام کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ مسواک سے ابتدا کرتے تھے۔ اسے مسلم (۲۵۳/۲۳) نے روایت کیا ہے۔

### فقہ الحدیث:

- ۱: اپنے گھر میں داخل ہونے کے بعد مسواک کرنا مسنون و مستحب ہے۔
  - ۲: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو عالم سے پوچھ لینا چاہئے۔
  - ۳: دلیل کا مطالبہ کرنا بہتر ہے اور عالم کو بھی چاہئے کہ دلیل کے ساتھ جواب دے اور یہ نہ کہے کہ عوام کو دلائل کی ضرورت نہیں۔
  - ۴: صرف سوال کرنا انکار نہیں ہوتا، الایہ کہ کوئی قرینہ صریح موجود ہو۔
  - ۵: رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل سب حجت ہے الایہ کہ تخصیص کی کوئی دلیل ہو۔
- ۲۷۸) و عن حذيفة قال : كان النبي ﷺ إذا قام للتهجد من الليلة يشوص فاه بالسواك . متفق عليه .
- اور حذیفہ (بن الیمان رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو اپنے منہ میں مسواک کرتے تھے۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۳۵، صحیح مسلم: ۲۵۵/۲۶)

### فقہ الحدیث:

- ۱: نیند سے اٹھ کر مسواک کرنا مسنون ہے۔
  - ۲: مسواک سے منہ اور دانت دونوں صاف ہو جاتے ہیں۔
- ۲۷۹) و عن عائشة رضي الله عنها ، قالت : قال رسول الله ﷺ : (( عشر من الفطرة : قص الشارب ، وإعفاء اللحية ، والسواك ، واستنشاق الماء ، و قص الأظفار ، و غسل البراجم ، و نتف الإبط ، و حلق العانة ، و انتقاص الماء )) . - يعني الاستنجاء- ، قال الراوي : و نسيت العاشرة إلا أن تكون المضمضة . رواه مسلم . و في رواية : (( الختان . ) بدل : (( إعفاء اللحية . ))

لم أجد هذه الرواية في الصحيحين ولا في كتاب الحميدي .  
ولكن ذكرها صاحب الجامع و كذا الخطابي في معالم السنن .  
٢٨٠) عن أبي داود برواية عمار بن ياسر .

اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:  
دس چیزیں (انسانی) فطرت میں سے ہیں:

- ١: موچھیں تراشنا
  - ٢: داڑھی کو معاف کر دینا، یعنی داڑھی بڑھانا
  - ٣: مسواک کرنا
  - ٤: ناک میں پانی ڈالنا
  - ٥: ناخن تراشنا
  - ٦: انگلیوں کے جوڑ دھونا
  - ٧: بغلوں کے بال اکھیڑنا
  - ٨: زیر پانف کے بال مونڈنا
  - ٩: پانی سے استنجا کرنا
- راوی نے کہا: میں دسویں بات بھول گیا ہوں اور ممکن ہے کہ وہ کلی کرنا ہو۔  
اسے مسلم (۲۶۱/۵۶) نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں داڑھی بڑھانے کے  
بجائے ختنے کا ذکر ہے۔

یہ روایت مجھے صحیحین اور (محمد بن قنبر) الحمیدی کی کتاب (المجمع بین الصحیحین) میں  
نہیں ملی، لیکن اسے جامع الاصول والے (حافظ ابن اثیر) نے ذکر کیا ہے اور اسی طرح  
خطابی نے معالم السنن میں اسے عمار بن یاسر (رضی اللہ عنہ) سے بحوالہ ابوداؤد (۵۴) ذکر کیا ہے۔  
تحقیق الحديث: اس کی سند حسن لذاتہ ہے۔

اس حدیث کے راوی مصعب بن شبیبہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے  
صدوق حسن الحدیث ہیں اور بعض الناس کا اس حدیث کو ضعیف قرار دینا غلط ہے۔  
یہ بالکل صحیح ہے کہ ختنہ کرنا سنت مستمرہ، فطرت سلیمہ اور اسلامی شعار ہے، لیکن سنن ابی  
داؤد (۵۴) والی مذکورہ روایت علی بن زید بن جدعان کی وجہ سے ضعیف ہے۔  
ابن جدعان مذکور کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: "ضعیف" (تقریب التہذیب: ۴۷۳۳)

بوسیری نے کہا: ”والجمہور علیٰ تضعیفہ“ (زوائد ابن ماجہ: ۲۲۸)

یثمی نے کہا: ”وضعفہ الجمہور“ (مجمع الزوائد ۸/۲۰۶، ۲۰۹)

اس قول کے مقابلے میں یثمی کا دوسرا قول بھی ہے جو کہ غلط اور مرجوح ہے اور یہی قول راجح ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفہ (ص ۱۵)

### فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث میں ایسے کئی امورِ فطرت کا ذکر ہے جن پر عمل کرنا فرض اور مخالفت حرام ہے۔

۲: داڑھی رکھنا فرض ہے اور اسے مونڈنا یا منڈوانا حرام ہے، نیز ایک مشت داڑھی کو پینچی لگانا بھی جائز نہیں ہے۔

۳: مونچھوں کو بغیر قینچی لگائے بالکل چھوڑ دینا حرام ہے، جیسا کہ سنن نسائی کی حدیث (۱۳) سے اشارتاً ثابت ہے اور چالیس دنوں میں ایک دفعہ مونچھوں میں سے کچھ حصہ تراشنا ضروری ہے۔

۴: مسواک سنت ہے۔

۵: وضو کے دوران میں ناک میں پانی ڈالنا فرض اور ضروری ہے جیسا کہ حکم (الامر للوجوب) اور فہم سلف صالحین سے ثابت ہے۔

۶: چالیس دنوں میں ایک دفعہ ناخن تراشنا ضروری ہے اور چالیس دنوں کا تعین صحیح مسلم (۲۵۸) کی حدیث سے ثابت ہے۔

۷: وضو کے دوران میں انگلیوں کا خلال کر کے جوڑوں تک پانی پہنچانا ضروری ہے، تاکہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، ورنہ عذاب کا خطرہ ہے۔

۸: بغلوں کے بال اکھیڑنے بہتر ہیں اور جو شخص اکھاڑ نہ سکے تو ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ پس جتنی استطاعت ہو اللہ سے ڈرو۔ (التہابن: ۱۶)

کی رو سے یہ بال منڈوانا یا مونڈنا یا کسی طریقے سے انھیں ختم کرنا جائز ہے، کیونکہ



اس طرح سے بغلوں کی صفائی کا عمل مکمل ہو جاتا ہے۔

۹: زیر ناف بال موٹڈ نا ضروری ہے۔

۱۰: پانی سے استنجا کرنا افضل ہے۔ دیکھئے ح ۳۶۹ وغیر ذلک من الفوائد

## الفصل الثانی

(۳۸۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله ﷺ: (( السواك مطهرة للفم، مرضاة

للرب )) رواه الشافعي، وأحمد، والدارمي، والنسائي.

و رواه البخاري في صحيحه بلا إسناد.

عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک منہ کو پاک کرنے والی

اور رب کو راضی کرنے والی ہے۔ اسے شافعی (الام ۱/۲۳) احمد (۶/۲۴۷ ح ۷۰۷۷) دارمی

(۱/۲۴۷ ح ۶۹۰) اور نسائی (۱/۱۰۷ ح ۵) نے روایت کیا ہے۔

اور بخاری (کتاب الصوم باب ۲۷ قبل ح ۱۹۳۳، تعلیقاً) نے بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** صحیح ہے۔

**لغة الحدیث:**

۱: کتاب وسنت پر عمل کرنے سے رب راضی ہوتا ہے۔

۲: کتاب وسنت پر عمل کرنے میں دنیاوی فائدے بھی ہیں اور اخروی ثواب بھی ہے۔

(۳۸۲) وعن أبي أيوب قال قال رسول الله ﷺ: (( أربع من سنن

المرسلين: الحياء - و يروى النختان - ، والتعطر ، والسواك ، والنكاح ))

رواه الترمذي .

اور ابو ایوب (الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں

رسولوں کی سنتوں میں سے ہیں: حیا۔ اور ختنہ کرنا بھی مروی ہے۔ عطر لگانا، مسواک اور

نکاح۔ اسے ترمذی (۱۰۸۰، وقال: حسن غریب) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند ضعیف ہے۔

اس کی سند میں تین وجہ ضعف ہیں:

۱: ابوالشمال مجہول ہے۔ (دیکھئے تقریب العذیب: ۱۰۸۰)

۲: حجاج بن ارطاة مدلس ہے اور یہ روایت عن سے ہے۔

۳: حجاج بن ارطاة ضعیف ہے۔

اس روایت کے ضعیف شواہد بھی ہیں، جن کے ساتھ یہ ضعیف ہی ہے۔

(۲۸۳) وعن عائشة قالت: كان النبي ﷺ لا يرقد من ليل ولا نهار فيستبقي

إلا يتسوك قبل أن يتوضأ. رواه أحمد و أبو داود. اور عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

نبی ﷺ رات ہو یا دن، جب بھی سو کر اٹھتے تو وضو سے پہلے مسواک کرتے تھے۔

اسے احمد (۶/۱۶۰ ج ۸۷۷/۲۵) اور ابوداؤد (۵۷) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ دیکھئے حدیث سابق: ۳۷۹، ۱۷۵-۳۸۰

۲: ام محمد مجہولہ ہے، مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے اس کی توثیق کی ہے، بلکہ حافظ منذری نے

اسے مجہولہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے عون المعبود (۳/۴۲۶) اور انوار الصحیفہ (ص ۱۷۱ د ۲۸۹۸)

(۲۸۴) و عنها، قالت: كان النبي ﷺ يستاك، فيعطيني السواك لأغسله،

فأبدأ به فأسناك، ثم أغسله و أدفعه إليه. رواه أبو داود.

اور انھی (عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مسواک کرتے تھے، پھر آپ مجھے مسواک

دھونے کے لئے دیتے تو میں پہلے مسواک کرتی، پھر اسے دھو کر آپ کو دے دیتی تھی۔

اسے ابوداؤد (۵۲) نے روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** حسن ہے۔

## فقہ الحدیث:

- ۱: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ محبت کرتی تھیں۔
- ۲: میاں بیوی کا ایک دوسرے کی مسواک (اور دوسری ضروریات زندگی) باہمی رضامندی سے استعمال کرنا جائز ہے۔
- ۳: بعض اوقات ضرورت کے وقت قریبی رشتہ دار یا گھرے دوست کی رضامندی سے مسواک، صابن اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ دیکھئے ج ۳۸۵
- ۴: مسواک کو دھو کر استعمال کرنا چاہئے۔ ۵: مسلمان کا جوٹھا پاک ہے۔

## الفصل الثالث

۳۸۵) عن ابن عمر أن النبي ﷺ قال: ((أراني في المنام أتسوك بسواك، فجاءني رجلان أحدهما أكبر من الآخر، فناولت السواك الأصغر منهما، فقبل لي: كبر، فدفعته إلى الأكبر منهما)). متفق عليه.

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مسواک کر رہا ہوں، پھر میرے پاس دو آدمی آئے، ان میں ایک دوسرے سے بڑا تھا، پھر میں نے ان میں سے چھوٹے کو مسواک دی تو مجھے کہا گیا: بڑے کو دیں، لہذا میں نے بڑے کو مسواک دے دی۔ متفق علیہ (صحیح بخاری: ۲۳۶، صحیح مسلم: ۲۲۷۱)

## فقہ الحدیث:

- ۱: اگر ایک شخص راضی ہو تو اس کی رضامندی سے اس کی مسواک، صابن، تولیہ، کنگھی اور تیل وغیرہ استعمال کرنا جائز ہے۔
- ۲: عمر رسیدہ آدمی کو تمام امور میں دوسروں پر مقدم رکھنا چاہئے اور بڑوں کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔
- ۳: انبیاء کے خواب وحی ہوتے ہیں۔ دیکھئے ج ۳۸۸

(۲۸۶) و عن أبي أمامة ، أن رسول الله ﷺ قال : (( ما جاءني جبريل عليه السلام قط إلا أمرني بالسواك ، لقد خشيت أن أحفي مقدم في . ))  
رواه أحمد .

اور ابو امامہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس جب بھی آئے تو مجھے مسواک کرنے کا حکم دیا، مجھے ڈر لگا کہ کہیں میں منہ کا اگلا حصہ (کثرت مسواک سے) چھیل ہی نہ دوں۔ اسے احمد (۵/۲۶۳ ح ۲۲۶۲۵) نے روایت کیا ہے۔  
**تحقیق الحدیث:** اس کی سند سخت ضعیف ہے۔

اس میں دو وجہ ضعف ہیں:

۱: علی بن یزید الالبانی سخت ضعیف راوی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”منکر الحدیث“ (کتاب الضعفاء تحقیقی: ۲۶۲)

امام نسائی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”متروک الحدیث“ (الضعفاء للنسائی: ۴۳۲)

۲: عبید اللہ بن زحر جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے کہا: ”اتفق الاكثر على توثيقه“

اکثر نے اس کی توثیق پر اتفاق کیا ہے۔ (تاج الافکار ۲/۳۰۳)

جبکہ حافظ یشمی نے فرمایا: ”وضعه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔

(مجمع الزوائد ۵/۵۴)

اسماء الرجال کی کتابوں کے مطالعے سے ثابت ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر کی مذکورہ بالا

بات غلط ہے اور حافظ یشمی کی بات صحیح ہے، لہذا عبید اللہ بن زحر ضعیف راوی ہے۔

(۲۸۷) و عن أنس قال قال رسول الله ﷺ : (( لقد أكثرت عليكم في

السواك . )) رواه البخاري . اور انس (بن مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ

ﷺ نے فرمایا: میں نے مسواک کے بارے میں تمہیں بہت زیادہ کہہ دیا ہے۔

اسے بخاری (۸۸۸) نے روایت کیا ہے۔

۳۸۸) و عن عائشة رضي الله عنها قالت : كان رسول الله ﷺ يستن و عنده رجلان أحدهما أكبر من الآخر ، فأوحى إليه في فضل السواك أن أكبر ، أعط السواك أكبرها ، رواه أبو داود .

اور عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسواک کر رہے تھے اور آپ کے پاس دو آدمی موجود تھے: ایک دوسرے سے (عمر میں) بڑا تھا، پھر آپ پر مسواک کی فضیلت کے بارے میں وحی نازل ہوئی کہ بڑے کو دیں، ان دونوں میں سے جو بڑا ہے اُسے مسواک دے دیں۔ اسے ابو داود (۵۰) نے روایت کیا ہے۔

### تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے

- ۱: مسواک کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے۔
- ۲: نیک آدمی اگر اجازت دے تو اس کی مسواک بطور تبرک استعمال کرنا جائز ہے۔
- ۳: رسول اللہ ﷺ پر قرآن کے علاوہ بھی وحی آتی تھی۔
- ۴: حدیث بھی وحی ہے۔

۵: سب لوگ ہر لحاظ میں برابر برابر نہیں، بلکہ کوئی بڑا ہے اور کوئی چھوٹا ہے، کوئی عالم ہے اور کوئی عامی ہے، کوئی بڑا عالم ہے اور کوئی طالب علم ہے، لہذا انھیں اپنے اپنے مراتب پر سمجھنا چاہئے اور ہر ایک کو اس کی حیثیت کے مطابق مقام دینا چاہئے۔

۶: انبیاء کے خواب سچے اور وحی ہوتے تھے۔ دیکھئے! رسول اللہ ﷺ نے خواب میں دو آدمی دیکھے اور ایک کو مسواک دے دی۔ (حدیث سابق: ۳۸۵)

اور اس حدیث سے ثابت ہے کہ یہی واقعہ عالم دنیا میں بھی پیش آیا۔

۳۸۹) و عنها ، قالت : قال رسول الله ﷺ : (( تفضل الصلاة التي يستاك لها على الصلاة التي لا يستاك لها سبعين ضعفاً ))

رواه البيهقي في شعب الإيمان .

اور بخنی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسواک کے ساتھ

جو نماز پڑھی جائے وہ اس نماز سے سترگنا افضل ہے جس کے لئے مسواک نہ کی جائے۔  
اسے بیہقی نے شعب الایمان (۲۷۷۳، ۲۷۷۳، ۲۷۷۳، اور السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۳۸) میں روایت کیا ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس کی سند ضعیف ہے۔

اس میں معاویہ بن یحییٰ الصدیقی ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۳۹۷)

اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد ۲/۸۲، انوار الصحیفہ ص ۱۹۵)

محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہیں اور سند عن سے ہے۔

اس روایت کے سخت ضعیف شواہد بھی ہیں۔

(۳۹۰) و عن أبي سلمة عن زيد بن خالد الجهني قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : (( لو لا أن أشق على أمتي ، لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة ، ولأخرت صلاة العشاء إلى ثلث الليل ))

قال : فكان زيد بن خالد يشهد الصلوات في المسجد و سواكه على أذنه موضع القلم من أذن الكاتب ، لا يقوم إلى الصلاة إلا استن ، ثم رده إلى موضعه . رواه الترمذي ، و أبو داود إلا أنه لم يذكر : (( ولأخرت صلاة العشاء إلى ثلث الليل )) وقال الترمذي : هذا حديث حسن صحيح .

اور ابوسلمہ (بن عبدالرحمن بن عوف رحمہ اللہ) زید بن خالد الجہنی (رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں، انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا ڈرنہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا اور ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز کو مؤخر کر دیتا۔

راوی نے کہا: پس زید بن خالد (رضی اللہ عنہ) مسجد میں نمازوں کے لئے حاضر ہوتے اور آپ کی مسواک آپ کے کان پر رکھی ہوتی تھی جیسا کہ کاتب اپنا قلم وہاں رکھ لیتا ہے۔ آپ جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے، پھر مسواک کو اس کی (کان والی) جگہ

رکھ دیتے تھے۔ اسے ترمذی (۲۳) اور ابوداؤد (۴۷) نے روایت کیا ہے، لیکن ابوداؤد نے ”اور ایک تہائی رات تک عشاء کی نماز کو موخر کر دیتا۔“ کے الفاظ بیان نہیں کئے۔ اور ترمذی نے فرمایا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

**تحقیق الحدیث:** اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ اس کے راوی محمد بن اسحاق بن یسار صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور ہونے کے ساتھ زبردست مدلس بھی تھے۔ دیکھئے طبقات المدلسین (۴/۱۲۵) اور الفتح المبین (ص ۷۲) حافظ ابن حجر نے اپنی طبقاتی تقسیم میں انھیں طبقہ رابعہ میں ذکر کیا ہے۔ یہ روایت عن سے ہے، لہذا ضعیف و مردود ہے۔

کان پر مسواک رکھنے والے قصے کے بغیر صرف مرفوع روایت ”اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا ڈرنہ ہوتا... موخر کر دیتا“ صحیح ہے۔ دیکھئے مسند الامام احمد (۳/۱۱۶ ج ۱۷۰۳۸) صرف کان پر مسواک رکھنے والا قصہ (آخر تک) ثابت نہیں اور انتہائی قابل غور مقام ہے کہ راقم الحروف نے بعض عرب عوام کو اس ضعیف روایت پر عمل کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیا ہمارے لئے صحیح احادیث و آثار کافی نہیں ہیں!؟

کاش! علماء، طلباء اور عوام حسب استطاعت تحقیق سے کام لیتے اور کتاب و سنت، اجماع و آثار ثابتہ پر ثابت قدمی سے عمل کرتے۔

### اعلان

مولانا ارشاد الحق اثری کی ”تقدیم“ کے ساتھ چھپنے والی، محمد ضییب احمد کی کتاب ”مقالات اثریہ“ میں تدلیس کے سلسلے میں تدلیسات، شبہات، مغالطات اور نئی نرالی تحقیق وغیر ذلک کا مدلل و محقق جواب (اقساط کی صورت میں) محترم ابوالاجد محمد صدیق رضا کے قلم سے: دیکھئے ماہنامہ ضرب حق سرگودھا (شمارہ: ۳۵، مارچ ۲۰۱۳ء...)



## نوعی احکام

ماہنامہ اسلامیاتی

سوال و جواب

فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا حدیث سے ثابت ہے

**سوال** پچھلے کچھ عرصے سے انٹرنیٹ پر تشہیر کی جا رہی ہے کہ فجر کی اذان کے اضافی الفاظ: الصلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا ہے؟ کیا یہ بات صحیح ہے اور کیا یہ الفاظ کسی حدیث میں رسول اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں؟ (ایک سائل)

**الجواب** انٹرنیٹ پر مذکورہ تشہیر غلط، باطل اور افتراء ہے، کیونکہ یہ الفاظ صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان سکھائی اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم۔ فی الاولی من الصبح“ صبح کی پہلی (اذان) میں دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ (صحیح ابن خزیمہ: ۳۸۵، وسندہ حسن/باب الثویب فی اذان الفجر)

اس حدیث کے راوی عثمان بن السائب صدوق حسن الحدیث ہیں۔ انھیں ابن خزیمہ اور ابن حبان دونوں نے ثقہ قرار دیا اور جس راوی کی توثیق ایک ثقہ غیر متساہل محدث یا دو محدثین سے ثابت ہو جائے تو اسے مجہول یا غیر معروف کہنا غلط ہوتا ہے۔

عثمان کے والد السائب الحنفی المکی کو بھی ابن خزیمہ اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، لہذا وہ بھی صدوق حسن الحدیث ہیں اور ام عبد الملک بن ابی محذورہ نے ان کی متابعت تامہ کر رکھی ہے، نیز باقی ساری سند صحیح ہے، لہذا یہ حدیث حسن لذاتہ ہے۔

۲: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”من السنة إذا قال المؤذن في أذان الفجر حي على الفلاح قال: الصلوٰۃ خیر من النوم، الصلوٰۃ خیر من النوم“



سنت میں سے ہے کہ جب مؤذن اذانِ فجر میں حی علی الفلاح کہے تو الصلوٰۃ خیر من النوم دو دفعہ کہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۲۳ وقال: "وهو اسناد صحیح" صحیح ابن خزیمہ تحقیقی ۳۸۶: ۳۸۷ وسندہ صحیح) صحابی جب سنت کا لفظ کہیں تو یہ مرفوع حدیث ہوتا ہے۔

(دیکھئے اختصار علوم الحدیث مترجم اردو ص ۳۳۲ قسم: ۸، اور کتب اصول الحدیث)

ان دونوں صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ صبح کی پہلی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم دو دفعہ کہنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

تنبیہ: صبح کی دو اذانیں ہوتی ہیں: ایک صبح صادق کے بعد اذانِ فجر، دوسری اقامت۔

رسول اللہ ﷺ نے "بین کل اذانین" کی حدیث میں اقامت کو بھی اذان قرار دیا ہے۔

(حدیث کے لئے دیکھئے صحیح بخاری: ۶۲۳، صحیح مسلم: ۸۲۸ [۱۹۳۰])

ان دونوں اذانوں (اذانِ فجر اور اقامت) میں سے صرف پہلی اذان میں الصلوٰۃ

خیر من النوم کے الفاظ ثابت ہیں اور دوسری میں ثابت نہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ کو اس مسئلے میں بڑی عجیب غلطی لگی اور وہ رات (سحری یا تہجد) کی اذان کو صبح کی اذان سمجھ بیٹھے اور یہ دعویٰ کر دیا کہ اذانِ فجر میں الصلوٰۃ خیر من النوم نہیں پڑھنا چاہیے اور رات کی اذان میں یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں، حالانکہ رات کی اذان کو صبح کی اذان کہنا غلط ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إن بلا لایؤذن بلیل" بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۶۲۳-۶۲۴ باب الاذان قبل الفجر، صحیح مسلم: ۱۰۹۲ [۲۵۳۶])

اس حدیث میں تہجد یا رمضان میں سحری کی اذان کے بارے میں یہ صراحت ہے کہ یہ رات کی اذان ہے، لہذا البانی صاحب کا اسے فجر کی اذان قرار دینا بہت بڑی غلطی ہے اور اس غلطی کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انھوں نے اس حدیث کا فہم سلف صالحین سے نہیں لیا بلکہ یمن کے ایک بہت متاخر عالم سے لے لیا ہے۔ حافظ ابن خزیمہ، حافظ بیہقی اور علامہ طحاوی وغیرہم نے جو فقہ الحدیث پیش کیا، اُس سے آنکھیں بند کر کے خیر القرون اور زمانہ تدوین

حدیث کے بعد کے متاخرین کا فہم قبول کر لینا ہرگز صحیح نہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "وإن قول الشيخ الباني حفظه الله (رحمه الله) ضعيف في هذه المسئلة" اور اس مسئلے میں شیخ البانی حفظہ اللہ (رحمہ اللہ) کا قول ضعیف (کمزور) ہے۔ (فتاویٰ الدین الخالص ج ۳ ص ۲۲۵)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں جس روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے الصلوٰۃ خیر من النوم کے بارے میں فرمایا: ان الفاظ کو صحیح کی اذان میں شامل کر لو۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۷۱ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح تحقیقی: ۶۵۲)

یہ روایت موطا میں بلاغات سے بے سند ہے اور بے سند روایت مردود ہوتی ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ (۱/۲۰۸ ج ۲۱۱۵۹) میں ایک روایت اس مفہوم کی مروی ہے جس کا راوی اسماعیل (؟؟) مجہول ہے۔

سنن دارقطنی میں ایک روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موذن سے کہا تھا: جب تم فجر (کی اذان) میں حی علی الفلاح پڑھنا جاؤ تو (اس کے بعد) دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ (۱/۲۳۳ ج ۹۳۵)

اس روایت کی دو سندیں ہیں:

۱: سفیان ثوری (مدلس) عن محمد بن عجلان (مدلس) عن نافع والی سند۔  
یہ دو مدلسین کے عن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۲: عبداللہ بن عمر العمری عن نافع۔

یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری عن نافع کی وجہ سے حسن ہے اور العمری مذکور کی نافع کے علاوہ دوسرے تمام راویوں سے تمام روایات ضعیف و مردود ہیں، کیونکہ جمہور محدثین نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حسن روایت سے صرف یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے موذن کو دین کا مسئلہ سکھانے کیلئے یہ حکم دیا تھا، نہ کہ انہوں نے اذان میں کوئی اضافہ کر دیا تھا۔ اتنی سی بات کو "یار" لوگوں نے افسانہ بنا دیا ہے۔ (۹/فروری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

## صفات باری تعالیٰ اور سلفی عقائد

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين ، اما بعد :  
دیوبندی مدرسے ”جامعہ مدنیہ لاہور“ کے ”مفتی“ ڈاکٹر عبدالواحد دیوبندی (ایم بی بی ایس) نے ”صفات مشابہات اور سلفی عقائد“ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں خیر القرون کے بعد پیدا ہوجانے والے فرقے ”ماتریدیہ“ کا دفاع اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ، شیخ محمد بن صالح ابن العثیمین السعودی و سلفی عقائد کا رد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس کتاب کی چند بنیادی خامیاں درج ذیل ہیں:

۱: عبدالواحد صاحب نے خیر القرون کے علمائے سنت مثلاً صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین کے صحیح و ثابت شدہ اقوال جمع کرنے میں کوئی تگ و دو نہیں کی، بلکہ ”سلفیوں کی تاریخ“ اور ”تاریخ کا پہلا دور“ کے تحت چھٹی صدی ہجری کے حافظ ابن الجوزی (م ۵۹۷ھ) کی طرف منسوب بعض عبارات لکھ کر اپنے استنباطات و استدلالات شروع کر دیئے ہیں۔

سلفی، اثری، اہل حدیث اور اہل سنت کے القاب کا مطلب یہ ہے کہ قرآن، حدیث علیٰ فہم السلف الصالحین، اجماع امت اور آثار سلف صالحین پر بغیر تاویل و تعطیل اور بغیر تشبیہ کے عمل کرنے والے لوگ ہیں جو حافظ ابن الجوزی کی پیدائش سے پہلے صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اتباع تبع تابعین اور سلف صالحین کی صورت میں روئے زمین پر موجود تھے۔

۲: حدیث ہو یا صحابی کا اثر، تابعی کی روایت ہو یا کسی شخص کا قول سب کے لئے صحیح و ثابت ہونا ضروری ہے اور بے سند اقوال و روایات کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں، مگر عبدالواحد دیوبندی صاحب نے اپنی اس کتاب میں بے سند، غیر صحیح اور غیر ثابت روایات سے بکثرت استدلال کیا ہے۔ مثلاً:

عبدالواحد صاحب نے ”امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک سلفیوں کے مسلک سے مختلف ہے“ کے عنوان کے تحت اثبات الحدیث، العقیدہ و علم الکلام، طبقات الحنابلہ، اہل السنۃ الاشارة اور الملل والنحل کتابوں سے بے سند اور غیر ثابت حوالے پیش کئے ہیں، حالانکہ امام احمد رحمہ اللہ کے ثقہ و مستند شاگردوں مثلاً امام ابو داؤد، صالح بن احمد بن حنبل، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور اسحاق بن منصور الکوج وغیرہم کی کتابیں اور روایات مطبوع ہیں۔

علمی تحقیق تو یہ ہے کہ وہ پہلے امام احمد کے صحیح و ثابت اقوال جمع کرتے اور پھر ان کی تائید یا تردید کرتے۔

کیا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مسلک دیوبندیوں کے موافق ہے؟

امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سات حوالے پیش خدمت ہیں، جن سے صاف ثابت ہے کہ صفات باری تعالیٰ میں ان کا مسلک دیوبندیوں کے موافق نہیں بلکہ مخالف ہے:

۱) امام ابو بکر الخلیل رحمہ اللہ نے کتاب السنۃ میں فرمایا:

”حدثنا يوسف بن موسى: أخبرنا عبد الله بن أحمد قال قيل لأبي: ربنا تبارك و تعالیٰ فوق السماء السابعة على عرشه، بائن من خلقه و قدرته و علمه بكل مكان؟ قال: نعم، لا يخلو شي من علمه.“ عبداللہ بن احمد (بن حنبل) سے روایت ہے کہ میرے والد سے کہا گیا: ہمارا رب تبارک و تعالیٰ ساتویں آسمان سے اپنے عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کا علم و قدرت ہر مکان پر ہے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! اس کے علم سے کوئی چیز خالی نہیں۔ (اجتماع الجيوش الاسلامیہ لابن القیم ۲/۲۰۰ شاملہ)

یوسف بن موسیٰ سے مراد القطان ہیں۔ (دیکھئے العلو للعلی القطار للمحافظ الذہبی ۲/۱۱۱۳ ح ۲۳۸)

یوسف بن موسیٰ بن راشد القطان ثقہ ہیں، لہذا یہ سند صحیح ہے۔

نیز امام الخلیل رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: ”وأخبرني عبد الملك بن عبد

الحميد الميموني قال: سألت أبا عبد الله أحمد عن يقول: إن الله تعالى ليس على العرش، فقال: كلامهم كله يدور على الكفر.

عبد الملك بن عبد الحميد الميموني سے روایت ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ احمد (بن حنبل) سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو کہتا ہے: اللہ تعالیٰ عرش پر نہیں۔ تو انھوں نے فرمایا: ان لوگوں کا سارا کلام کفر کے ارد گرد پھرتا ہے۔ (اجتاع الجوش الاسلامیہ ۲/۲۰۰ شاملہ) عبد الملك الميموني ثقہ فاضل ہیں، لہذا یہ سند بھی صحیح ہے۔

ایک سوال کے جواب میں خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

”اس قسم کی آیات میں ہمارا مذہب یہ ہے کہ ان پر ایمان لاتے ہیں اور کیفیت سے بحث نہیں کرتے، یقیناً جانتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مخلوق کے اوصاف سے منزہ اور نقص و حدود کی علامات سے مبرا ہے جیسا کہ ہمارے متقدمین کی رائے ہے اور ہمارے متاخرین اماموں نے ان آیات میں جو صحیح اور لغت و شرع کے اعتبار سے جائز تاویل میں فرمائی ہیں تاکہ کم فہم سمجھ لیں مثلاً یہ کہ ممکن ہے استواء سے مراد غلبہ ہو اور ہاتھ سے مراد قدرت۔ تو یہ بھی ہمارے نزدیک حق ہے۔ البتہ جہت و مکان کا اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت کرنا ہم جائز نہیں سمجھتے اور یوں کہتے ہیں کہ وہ جہت و مکانیت اور جملہ علامات حدود سے منزہ و عالی ہے۔“

(المہند علی المفید ص ۴۲، جواب: تیرہواں اور چودھواں سوال)

محمود حسن گنگوہی دیوبندی نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے:

”خداوند کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ہر شے میں حلول کئے ہوئے ہیں، کفر ہے اسی طرح یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ عرش پر یا کسی اور مکان میں ہے جس طرح کہ بادشاہ لندن میں ہے یہ بھی کفر ہے، ان دونوں عقیدوں سے توبہ اور اجتناب واجب ہے خداوند تعالیٰ کسی مکان میں محدود نہیں، وہ مکان سے منزہ اور بالاتر ہے۔“ (قادی محمدیہ ج ۳ ص ۷۰ جواب سوال نمبر ۲۶)

مذکورہ حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ آل دیوبند جس راستے پر گامزن ہیں، امام

احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس کے سراسر برعکس راستے پر ہیں۔

۲) جو شخص قرآن مجید کو مخلوق کہے، اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:  
”اقول هو كافر“ میں کہتا ہوں: وہ کافر ہے۔

(مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داؤد ص ۲۶۲ باب فی الحجیۃ)

اس کے مقابلے میں آل دیوبند کے ممدوح زاہد الکوثری نے لکھا ہے:

”والواقع أن القرآن فی اللوح و فی لسان جبریل علیہ السلام و فی لسان النبی ﷺ و السنة سائر التالین و قلوبہم و ألواحہم مخلوق حادث محدث ضرورة...“  
اور واقعی یہ ہے کہ لوح محفوظ، زبان جبریل علیہ السلام، زبان نبی ﷺ اور تمام تلاوت کرنے والوں کی زبانوں، دلوں اور تختیوں پر قرآن مخلوق حادث ہے جو کہ ضروریات (بدیہی حقیقتوں) کا مسئلہ ہے۔ (مقالات الکوثری ص ۲۷)

۳) امام احمد سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا، جو کہتے ہیں کہ قرآن کے ساتھ ہمارے الفاظ مخلوق ہیں تو انہوں نے فرمایا: ”ہم شر من قول الجہمیۃ“ وہ جہمیہ کے قول سے زیادہ بُرے ہیں۔ (مسائل الامام احمد، روایۃ ابی داؤد ص ۲۷۱ سند صحیح)

امام احمد سے پوچھا گیا کہ جو شخص لفظی بالقرآن مخلوق کہے، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے؟ انہوں نے فرمایا: اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے، نہ اس کے پاس بیٹھا جائے، نہ اس کے ساتھ کلام کیا جائے اور نہ اسے سلام کیا جائے۔ (مسائل ابن ہانی/۱/۶۰ فقرہ: ۲۹۵)

امام احمد کے نزدیک، قرآن کو مخلوق کہنے والے شخص کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز کو دہرانا چاہئے۔ (دیکھئے الاسماء والصفات للبیہقی ص ۲۵۸ سند صحیح، دوسرا نسخہ ص ۳۲۹)

۴) جو شخص قرآن کے بارے میں توقف کرتا ہے، یعنی نہ اسے مخلوق کہتا ہے اور نہ غیر مخلوق کہتا ہے تو امام احمد بن حنبل نے ایسے آدمی کے سلام کا جواب نہ دیا اور فرمایا:  
میری نظروں سے دُور ہو جا، میں آئندہ تجھے اپنے دروازے پر کبھی نہ دیکھوں۔

(مسائل احمد، روایۃ ابی داؤد ص ۲۶۲)

۵) امام احمد نے اہل بدعت کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں فرمایا:

” لا يصلي خلفهم مثل الجهمية والمعتزلة“ جہمیہ اور معتزلہ جیسے لوگوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد مخطوط معروض ۲ فقرہ ۶۰)

المہند کے حوالے سے متاخرین (جہمیہ) کے بارے میں دیوبندی موقف (فقرہ نمبر ۱ میں) بیان کیا جا چکا ہے، اب اشرف علی تھانوی دیوبندی کا بیان پڑھیں:

”مولانا صاحب فرماتے تھے کہ بہت سے اہل علم یہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیثیں اپنے ظاہر پر رکھی جائیں یعنی یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بھی ہیں اور پیر بھی اور آنکھ اور کان سب چیزیں ہیں۔ مگر ہم ان کی کیفیات سے آگاہ نہیں ہیں جیسا وہ خدائے بے مثل ہے اور جیسا اس کی ذات کا کما حقہ ادراک نہیں ہو سکتا۔ ایسے ہی اس کے صفات کا ادراک بھی محال ہے اور سلف صالحین و علماء متقدمین کا یہی مذہب تھا اور جہمیہ جو ایک فرقہ اسلامیہ ہے وہ ان سب امور میں تاویل کرتے ہیں۔ مثلاً یَذُّ اللّٰهُ فَوْقَ اَیْدِيهِمْ میں ید سے مراد قوت کہتے ہیں۔

اور متاخرین نے ان مبتدعین کے مذہب کو اختیار کیا ہے ایک خاص ضرورت سے اور وہ یہ ہے کہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوتی تھی...”

(تقریر ترمذی اردو ص ۲۰۲-۲۰۳، تحقیق دہلیہ عبدالقادر کبیر والد، تقدیم محمد تقی عثمانی)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے دو باتیں تسلیم کی ہیں:

- ۱: احادیث کو ظاہر پر رکھ کر صفات باری تعالیٰ پر ایمان لانا سلف صالحین کا مذہب ہے۔
- ۲: متاخرین (یعنی دیوبندیہ وغیرہ) نے جہمیہ و مبتدعین کے مسلک و مذہب کو اختیار کر رکھا ہے۔

۶) امام احمد بن حنبل سے اسد بن عمرو کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”کان صدوقاً و أبو یوسف صدوق ولكن أصحاب أبي حنيفة لا ينسغي أن يروى عنهم شيء“ وہ سچا تھا اور ابو یوسف سچا ہے، لیکن اصحاب ابی حنیفہ سے کوئی چیز بھی روایت نہیں کرنی چاہئے۔ (کتاب العلل و معرفۃ الرجال للامام احمد ۳/۳۰۰ فقرہ ۵۳۲۲)

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام احمد کے نزدیک (حنفیت کی طرف منسوب)

دیوبندیوں کا کیا مقام ہوگا؟ جنہوں نے ایک ضرورت کی وجہ سے چھمیہ کا مذہب اختیار کیا؟

۷) امام اسحاق بن منصور الکلبی رحمہ اللہ نے امام احمد سے پوچھا:

”یؤجر الرجل علی بغض اصحاب ابي حنيفة؟“ کیا آدمی کو اصحاب ابی حنیفہ (حنفیوں) سے بغض پر کوئی ثواب ملے گا؟ انہوں نے فرمایا: ”ای واللہ۔“ ہاں ضرور ملے

گا، اللہ کی قسم! (مسائل الامام احمد، ردیۃ الکلبی ۲/۵۶۵ فقرہ: ۳۳۸۵)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً ایمان میں زیادت و نقصان کا مسئلہ۔

(دیکھئے السنۃ للخلال: ۱۰۱۰، و سندہ صحیح)

ان صحیح و ثابت حوالوں کے مقابلے میں اثبات الحدیث اور کوثری کی العقیدہ و علم الکلام وغیرہما کے بے سند حوالوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

ڈاکٹر کہلانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی بے سند اور جھوٹے حوالے بطور استدلال پیش کر کے عامۃ المسلمین کو ورغلانے کی کوشش شروع کر دے۔

بعض صفات باری تعالیٰ کے بارے میں سلف صالحین یعنی صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین (خیر القرون) کے چند حوالے بطور نمونہ پیش خدمت ہیں، جن سے حقیقی اہل سنت کا مسلک و مذہب ثابت ہوتا ہے اور چھمیہ و مرجیہ کا زبردست رد ہوتا ہے:

## الاستواء علی العرش

۱) جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”ایہا الناس، ان کان محمد الہکم الذی تعبدون فان الہکم قد مات، و ان کان الہکم الذی فی السماء فان الہکم لم یمت...“ اے لوگو! اگر محمد (ﷺ) تمہارے معبود تھے جن کی تم عبادت کرتے تھے تو بے شک تمہارے معبود فوت ہو گئے ہیں اور اگر تمہارا معبود وہ ہے جو آسمان پر ہے تو تمہارا معبود فوت نہیں ہوا۔ (مصنف

ابن ابی شیبہ ۱۳/۵۵۳ ح ۱۰۷۳۷ و سندہ صحیح، وقال الذہبی: ”ہذا حدیث صحیح“ العلو للعلی الفخار ص ۶۰۰ ح ۱۵۰)



یہ روایت کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

الرود علی الجحیمہ للامام عثمان بن سعید الدارمی (۷۸) مسند البزار (۱/۱۸۲ ح ۱۰۳) وغیرہما  
اس اثر سے صاف ثابت ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (ہر جگہ نہیں بلکہ) آسمان  
پر مانتے تھے۔

۴) سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال  
کا فاصلہ ہے اور آسمان و زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، ساتویں آسمان اور  
کرسی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے، کرسی اور پانی کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ  
ہے، عرش پانی پر ہے اور اللہ عرش پر ہے، وہ تمہارے اعمال جانتا ہے۔

(کتاب التوحید لابن خزیمہ/۱-۲۲۲-۲۲۳ ح ۱۳۹، دوسرا نسخہ ص ۱۰۴)

اس اثر کی سند حسن لذاتہ ہے اور یہ بہت سی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

المعجم الکبیر للطبرانی (۹/۲۲۸ ح ۸۹۸) وقال البیہقی فی مجمع الزوائد/۱-۳۰۷ و اسنادہ حسن

الرود علی الجحیمہ للامام عثمان بن سعید الدارمی (ص ۲۶ ح ۸۱)

کتاب العظمت لابن الشیخ (۲/۶۸۸ ح ۲۷۹)

التمہید لابن عبد البر (۲/۱۳۹) خلق افعال العباد للبخاری (۸۱)

العلو للعلی الغفاری (۱/۳۱۷ ح ۶۷۷ وقال ص ۶۱۷ ح ۱۵۷: "و اسنادہ صحیح")

الاسماء والصفات للبیہقی (۲/۲۹۰ ح ۸۵۱) وغیر ذلک

۳) مشہور مفسر قرآن امام مجاہد رحمہ اللہ (تابعی) نے ﴿استوی﴾ کی تشریح میں فرمایا:

"علا" وہ (عرش پر) بلند ہوا۔

(صحیح بخاری ۱۳/۲۰۳ قبل ح ۴۱۸، تظلیق التعلیق ۵/۳۲۵ بحوالہ تفسیر القرطابی)

۴) امام ایوب السختمانی رحمہ اللہ نے معتزلہ کے بارے میں فرمایا: ان لوگوں کا یہی کہنے پر

دار و مدار ہے کہ آسمان پر کوئی چیز نہیں۔ (العلو للعلی الغفاری ۲/۹۱۳ ح ۳۲۳ و سندہ صحیح وقال الذہبی: "هذا

إسناده كالشمس وضوحًا و كالأسطوانة ثبوتًا عن سيد أهل البصرة و عالمهم")

۵) امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”اللہ فی السماء و علمہ فی کل مکان، لا یخلو من علمہ مکان.“  
اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ پر ہے، اس کے علم سے کوئی مکان خالی نہیں۔

(مسائل ابی داؤد ص ۲۶۳، سندہ حسن، مرتب: ابن العثمان مئذہ و شیخ حسن الحدیث)

یہ اثر بہت سی کتابوں میں ہے۔ مثلاً:

کتاب التوحید لابن مندہ (۳/۳۰۷ ج ۸۹۳)

کتاب الشریعۃ للامام جری (ص ۲۸۹ ج ۶۵۲)

۶) علی بن الحسن بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ امام عبد اللہ بن المبارک رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: ہم اپنے رب کو کس طرح پہچانیں؟

انہوں نے فرمایا: یہ کہ وہ عرش پر ہے، ساتویں آسمان سے اوپر عرش ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے۔ (الرد علی الجہمیہ للامام عثمان بن سعید الداری: ۱۶۲، سندہ صحیح)

یہ اثر بہت سی کتابوں میں اس مفہوم اور بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً:

التوحید لابن مندہ (۳/۳۰۸ ج ۸۹۹)

الاسماء والصفات للبیہقی (۲/۳۳۵ ج ۹۰۲، دوسرا نسخہ ص ۲۲۷ تیسرا نسخہ ص ۵۳۸)

عقیدۃ السلف للامام ابی عثمان الصابونی (ص ۲۰ ج ۲۸) وغیر ذلک

ایک روایت میں ہے کہ امام عبد اللہ بن المبارک نے فرمایا:

”ولا نقول کما تقول الجہمیة: أنه هاهنا فی الأرض.“

اور ہم جہمیہ کی طرح یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین پر ہے۔

(کتاب السنۃ لعبد اللہ بن احمد: ۲۲، اعلو للعلی القفاری: ۲/۹۸۷ ج ۳۶۱)

۷) امام یزید بن ہارون الواسطی رحمہ اللہ سے جہمیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے

فرمایا: ”من توهم الرحمن علی العرش استوی خلاف ما فی قلوب العباد فهو

جہمی.“ جس نے یہ گمان کیا کہ رحمن عرش پر مستوی ہوا، بندوں کے دلوں میں جو ہے اس

کے برخلاف تو یہ شخص جمعی ہے۔ (مسائل احمد رولویہ ابی داؤد ص ۲۶۸-۲۶۹ و سندہ حسن)  
یہ قول بھی کئی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً:

السنۃ لعبداللہ بن احمد (۱۱۰، ۵۴)

۸) امام ابوجاء قتیبہ بن سعید اشعری رحمہ اللہ نے فرمایا: معلوم ہے کہ اللہ ساتویں آسمان پر اپنے عرش پر ہے۔ (شعار اصحاب الحدیث لابی احمد الحاکم: ۱۷، و سندہ صحیح)

۹) امام ابو حاتم الرازی اور امام ابوزرعہ الرازی دونوں نے فرمایا:  
اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہے، اپنی مخلوق سے جدا ہے... الخ (اصول الدین: ۷، و سندہ صحیح)  
۱۰) صحیح ابن خزیمہ اور کتاب التوحید کے مصنف شیخ الاسلام امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (م ۳۱۱ھ) نے فرمایا: ”من لم یقر بأن اللہ تعالیٰ علی عرشہ قد استوی فوق سبع سماواتہ فهو کافر بربہ...“ جو شخص اس بات کا اقرار نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ سات آسمانوں سے اوپر اپنے عرش پر مستوی ہے تو یہ شخص اپنے رب کا کافر (منکر) ہے۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۸۴ فقرہ: ۱۸۷، و سندہ صحیح)

یہ قول بہت سی کتابوں میں ہے۔ مثلاً:

عقیدۃ اصحاب الحدیث للصابونی (۲۹) اثبات العلوی لابن قدامہ (۱۱۲) ذم الکلام للہمدوی (ص ۲۷۲ دوسرا نسخہ ۳/۳۷۷ ح ۱۲۳۵، تیسرا نسخہ ۶/۱۷۲-۱۷۳ ح ۱۲۳۶)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں۔ مثلاً دیکھئے حافظ ذہبی کی کتاب: العلوی للعلی الغفاری اور سنن الترمذی (۳۲۹۸) وغیرہا

ابوالحسن الأشعری نے بھی لکھا ہے: ”لأنہ مستوی علی العرش الذی فوق السماوات“ کیونکہ وہ (اللہ) عرش پر مستوی ہے جو آسمانوں پر ہے۔

(الابانۃ عن اصول الدیانۃ ص ۳۲ باب ذکر الاستواء علی العرش)

سلف صالحین کی ان عبارات و تصریحات کے بعد بھی یہ کہنا کہ استواء علی العرش سے مراد غلبہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ ہے، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ فرقہ

دیوبندیہ سلف صالحین کے فہم سے دور اور اہل سنت والجماعت سے خارج فرقہ ہے۔  
 محمود حسن گنگوہی دیوبندی نے ”خدا ہر جگہ موجود ہے“ کی سرخی کے تحت حافظ ابن  
 الجوزی سے نقل کیا کہ انھوں نے ”خدا کہاں ہے“ کے جواب میں فرمایا:  
 ”کہ ہر جگہ ہے“ (ملفوظات فقہ الامت ۱۳/۲)

حالانکہ یہ بات ابن الجوزی پر افتراء ہے اور اس کے برعکس انھوں نے جہمیہ کے ایک  
 فرقے ملتزمہ کے بارے میں لکھا ہے: ”والملتزمة جعلوا الباري سبحانه و تعالیٰ  
 في كل مكان.“ ملتزمہ نے باری سبحانہ و تعالیٰ کو ہر جگہ (موجود) قرار دیا ہے۔  
 (تیس ایلیس ص ۳۰، اقسام اہل البدع)

تمام سلف صالحین کے برعکس عبدالواحد دیوبندی نے لکھا ہے:  
 ”اس لئے کسی صفت یا تجلی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر ہونے کو مراد لیا ہے۔ اسی  
 صفت یا تجلی کے اعتبار سے اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں پر بھی ہے اور زمین پر بھی  
 ہے یعنی ہر جگہ ہے تو یہ بھی غلط نہیں ہے۔“ (صفات تشابہات اور سلفی عقائد ص ۱۲۲)

## ید اللہ اور نزول باری تعالیٰ

ایک صحیح حدیث میں ید اور عرش کا ذکر آیا تو امام ترمذی نے فرمایا: اماموں نے فرمایا:  
 اس حدیث پر تفسیر اور گمان کے بغیر ایمان لانا چاہئے۔ (سنن الترمذی: ۳۰۴۵)  
 ایک اور مقام پر امام ترمذی نے فرمایا: ”یہ حدیث اور اس طرح دوسری روایات جن  
 میں اللہ تعالیٰ کی صفات (ہاتھ پاؤں وغیرہ) اور ہر رات آسمان دنیا پر اترنے کا ذکر ہے،  
 کے بارے میں علماء فرماتے ہیں یہ روایات ثابت ہیں اور ان پر ہمارا ایمان ہے ان میں کسی  
 قسم کا وہم نہ کیا جائے اور یہ نہ کہا جائے کہ یہ کیونکر ہے مالک بن انس، سفیان بن عیینہ اور  
 عبداللہ بن مبارک سے اسی طرح مروی ہے وہ فرماتے ہیں ان احادیث کو کیفیت کے بغیر  
 ہی پڑھنا (اور ماننا) چاہئے، اہل سنت و جماعت کا یہی قول ہے جہمیہ فرقہ نے ان روایات کا

انکار کیا اور کہا یہ یہ تشبیہ ہے امام ترمذی فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر ہاتھ، سمع اور بصر کا ذکر فرمایا جمیہ نے ان آیات کی تفسیر و تاویل اہل علم کے تفاسیر کے خلاف کی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھوں سے نہیں پیدا کیا بلکہ ہاتھ سے مراد قدرت ہے اسحاق بن ابراہیم فرماتے ہیں تشبیہ تب ہوتی جب یہ کہا جاتا کہ (اس کا) ہاتھ (دوسرے) ہاتھوں کی طرح ہے یا (اس کی) سمع (دوسروں کی) سمع کی طرح ہے یہ تو تشبیہ ہے۔ لیکن جب یہ کہا جائے یہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ، سمع اور بصر ہے لیکن بلا کیفیت ہے اور کیفیت و مشیت کا ذکر نہ ہو تو تشبیہ نہ ہوگی اور یہ اس طرح ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا: اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہی سننے دیکھنے والا ہے۔“

(سنن ترمذی مترجم ج ۱ ص ۳۷۰-۳۷۱ تحت ح ۶۶۲، ترجمہ محمد صدیق ہزاردی بریلوی)

ان ائمہ کے برعکس آل دیوبند کا یہ عقیدہ ہے کہ ید سے قدرت مراد لینا بھی حق ہے!

امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب غیر ثابت کتاب ”الفقہ الاکبر“ میں لکھا ہوا ہے:

”وله يد ووجه و نفس فما ذكره الله تعالى في القرآن من ذكر الوجه واليد والنفس فهو له صفات بلا كيف ولا يقال إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه ابطال

الصفة وهو قول أهل القدر والاعتزال ولكن يده صفة بلا كيف...“ الخ  
 ”اور اس کے لئے ہاتھ منہ اور نفس ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ید سے قدرت اور نعمت مراد ہے کیونکہ ایسا کہنے سے اس کی صفت کا ابطال لازم آتا ہے اور یہ منکرین تقدیر اور معتزلہ کا مذہب ہے، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہاتھ اس کی مجہول الکفایت صفت ہے...“

(ص ۳۶-۳۷، دوسرا نسخہ ص ۸۲-۸۶، البیان الاذہر ص ۳۲، ترجمہ: عبد الحمید سواتی دیوبندی)

اس عبارت کو عبد الواحد صاحب نے بحوالہ ملا علی قاری نقل کیا اور پھر ملا صاحب کو اپنی

تنقید کا نشانہ بنایا۔ (دیکھئے صفات تشابہات اور سلفی عقائد ص ۲۶۵-۲۶۶)

ہم کہتے ہیں کہ کاش عمارت مذکورہ بالا امام ابوحنیفہ سے باسند صحیح ثابت ہوتی، نیز آل

دیوبند سے ہمارا مطالبہ ہے کہ کیا وہ کسی صحیح یا حسن سند سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ استواء سے غلبہ اور ید سے قدرت و نعمت مراد لیتے تھے؟

## عبدالواحد دیوبندی صاحب کا علمی مقام

آخر میں ”مفتی“ اور ”ڈاکٹر“ کہلانے والے عبدالواحد دیوبندی صاحب کا علمی مقام ان کی اسی کتاب (صفات متشابہات اور سلفی عقائد) سے پیش خدمت ہے:

۱) عبدالواحد صاحب نے لکھا ہے:

”پھر شیخ الاسلام انصاری رحمہ اللہ نے مذکور شرح میں جو کلام کیا ہے وہ ابن تیمیہ کی تشبیح و تشبیح سے براءت پر دلالت کرتا ہے اور وہ یہ ہے:

اسماء و صفات کی نصوص کو ان کے ظاہر پر جاری کر کے ابن تیمیہ نے ان کی حفاظت کی ہے اور وہ اس طرح کہ عام عقلمیں...“ (صفات متشابہات اور سلفی عقائد ص ۲۶۴)

شیخ الاسلام ابو اسماعیل الانصاری الہروی رحمہ اللہ ۴۸۱ھ میں فوت ہوئے تھے اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے، لہذا اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ابو اسماعیل الانصاری نے ابن تیمیہ کے بارے میں کوئی بات لکھی ہو اور نہ شرح منازل السائرین ان کی کتاب ہے، بلکہ وہ تو منازل السائرین کے مصنف ہیں اور شرح منازل السائرین (یعنی مدارج السالکین) کے مصنف سے مراد حافظ ابن القیم ہیں، لہذا ملا علی قاری کے کلام کا یہ مطلب ہے کہ پھر ابن القیم نے شرح مذکور میں جو کلام کیا ہے وہ ابن تیمیہ کی براءت پر دلالت کرتا ہے، لہذا عبدالواحد صاحب کو عربی عبارت سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔

۲) وہ جلیل القدر صحابیہ جنہوں نے فرمایا تھا کہ اللہ آسمان پر ہے اور آپ (محمد ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کے آقا سیدنا معاویہ بن الحکم السلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”اعتقها فإنها مومنة“ اسے آزاد کر دو، کیونکہ یہ مومنہ ہے۔

(صحیح مسلم: ۵۳۷ [۱۱۹۹] باب تحریم الکلام فی الصلوٰۃ)

ان صحابیہ کے بارے میں عبدالواحد دیوبندی نے لکھا ہے:

”اس کم علم اور کم عقل باندی کا ساقیہ رکھے تو جہنم سے نجات دلانے میں تو شاید یہ اس کو بھی مفید ہو لیکن پھر یہ علم و عقل کی بات تو نہ رہی۔“ (صفات مشاہدات اور سلفی عقائد ص ۲۵۸-۲۵۹)

اس عبارت میں مومنہ صحابیہ کو کم علم اور کم عقل کہہ کر ان کی توہین کی گئی ہے۔

عبدالواحد صاحب کی اس کتاب میں اور بھی بہت سی باتیں غلط اور خلاف تحقیق ہیں، لہذا اس کتاب پر اعتماد غلط ہے۔ مثلاً:

عبدالواحد صاحب نے اپنے خاص دیوبندی انداز میں لکھا ہے: ”الہدایت (یعنی غیر مقلد) برصغیر میں ہیں اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ مجتہدین کی تقلید شخصی شرک ہے“

(صفات مشاہدات اور سلفی عقائد ص ۷)

حالانکہ یہ اہل حدیث کا دعویٰ نہیں، بلکہ تقلید شخصی کی کئی اقسام ہیں۔ مثلاً

۱: بدعت ہے۔

۲: جب اقامتِ حجت کے باوجود صراحتاً قرآن و حدیث کے مقابلے میں کسی کی تقلید کی جائے تو بے شک یہ شرک فی الرسالت ہے، جیسا کہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

”کوئی بد بخت اور ضدی مقلد دل میں یہ ٹھان لے کہ میرے امام کے قول کے خلاف اگر قرآن و حدیث سے بھی کوئی دلیل قائم ہو جائے تو میں اپنے مذہب کو نہیں چھوڑوں گا تو وہ مشرک ہے ہم بھی کہتے ہیں کہ لا شک فیہ...“ (الکلام المفید فی اثبات التقليد ص ۳۱۰)

سرفراز خان نے اشرفی تھانوی دیوبندی سے نقل کیا ہے کہ

”بعض مقلدین نے اپنے امام کو معصوم عن الخطأ ومصیب و جو با مفروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند قول امام کا بجز قیاس امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سے علل اور خلل حدیث میں پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے...“ (الکلام المفید ص ۳۰۵)

ایسے کسی خاص شخص (غالی مقلد) کے بارے میں اقامتِ حجت کے بعد اگر کسی اہل

حدیث نے شرک کا لفظ استعمال کر لیا تو اس پر ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟ ایسا فتویٰ تو سرفراز خان صفدر کڑمٹگی نے بھی لگا رکھا ہے۔

تنبیہ بلیغ: اہل حدیث کو دیوبندیہ و بریلویہ وغیرہم کا ”غیر مقلد“ کہنا تو ہین ہے، کیونکہ رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے لکھا ہے:

”کیونکہ لاندہب اور غیر مقلد کلمہ اہانت کا ہے“ (باقیات فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰۹ رقم ۷۹۲)

ماسٹر محمد امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

”لیکن جو شخص نہ امام ہونہ مقتدی، کبھی امام کو گالیاں دے کبھی مقتدیوں سے لڑے یہ غیر مقلد ہے۔“ (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۳۷۷)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ”اس لئے جو جتنا بڑا غیر مقلد ہوگا، وہ اتنا ہی بڑا گستاخ

اور بے ادب ہوگا“ (تجلیات صفدر ج ۳ ص ۵۹۰)

ثابت ہوا کہ دیوبندیوں کا اہل حدیث یعنی اہل سنت کو غیر مقلدین کے لقب سے

ملقب کرنا باطل و مردود ہے۔

صفات باری تعالیٰ کے اہم عقیدے میں قرآن مجید کی آیات، احادیث صحیحہ، صحیح

ثابت آثار سلف صالحین اور ائمہ مسلمین کی تشریحات جمع کر کے عوام کے سامنے پیش کرنا اور

جہمیہ و متاخرین کے خلاف سلف صالحین کے اقوال کو دیوار پر دے مارنا ہی صحیح تحقیق اور

مسلك حق ہے۔

عبدالواحد دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ ان اصول صحیحہ کے مطابق صفات باری

تعالیٰ میں حوالے جمع کرتے، پھر سلف صالحین کے مذہب کو ترجیح دیتے، لیکن اصول صحیح کو

پس پشت ڈال کر جہمیہ کے بے سند و بے دلیل مسلك و مذہب کو اپنانا اور پھر اپنے بارے

میں ”اہل سنت“ ہونے کا پروپیگنڈا کرنا علمی و تحقیقی میدان میں رسوائی، نیز دنیاوی و اخروی

خران و ہلاکت ہی ہے۔

(۴/ جنوری ۲۰۱۳ء)



قصے کہانیاں

حافظ زبیر علی زئی

## امام مسلم رحمہ اللہ کی وفات کا سبب؟

[ماہنامہ الحدیث کے قارئین کے لئے یہ بات یقیناً خوشی کا باعث ہوگی کہ ہم اس شمارے سے ”قصے کہانیاں“ کے عنوان سے ایک سلسلہ شروع کر رہے ہیں جس میں زبان زد عام واقعات کی حقیقت اور عوام و خواص کے ہاں مشہور موضوع (من گھڑت) بے سند اور غیر ثابت واقعات مع رد بیان کئے جائیں گے۔ ان شاء اللہ / حافظ ندیم ظہیر]

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے لکھا ہے:

”امام مسلم کی وفات کا سبب بھی عجیب و غریب ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس مذاکرہ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی آپ اس وقت اسے نہ پہچان سکے۔ اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اسے تلاش کرنے لگے۔ کھجوروں کا ایک ٹوکرا ان کے قریب رکھا تھا۔ آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے۔ امام مسلم حدیث کی فکر و جستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے اور کچھ خبر نہ ہوئی۔

بس یہی زیادہ کھجور کھا لینا ان کی موت کا سبب بنا۔“ (بتان الحدیث ص ۲۸۲)

شاہ عبدالعزیز کا بیان کردہ یہ قصہ درج ذیل کتابوں میں قاضی ابوالعلاء محمد بن علی (بن احمد بن یعقوب الواسطی) المقری ”قال: أخبرنا محمد بن عبد اللہ النیسابوری (الحاکم صاحب تاریخ نيسابور والمستدرک): سمعت أبا عبد اللہ محمد بن يعقوب يقول: سمعت أحمد بن سلمة يقول...“ کی سند سے مذکور ہے:

۱: تاریخ بغداد (۱۰۳/۱۳)

۲: تاریخ دمشق (۹۳/۵۸) من طریق الخطیب بہ

۳: التقييد لابن نقطه (۲۵۳-۲۵۲/۲) من طریق الخطیب بہ. وغیر ذلک

اس روایت کا متن مع ترجمہ درج ذیل ہے:

”عقد لأبي الحسين مسلم بن الحجاج مجلس للمذاكرة فذكر له حديث لم يعرفه فانصرف إلى منزله وأوقد السراج وقال لمن في الدار: لا يدخلن أحد منكم هذا البيت، فقبل له: أهديت لنا سلة فيها تمر فقال: قدموها إلي، فقدموها إليه فكان يطلب الحديث و يأخذ ثمرة ثمرة يمضغها فأصبح وقد فني التمر ووجد الحديث.

قال: محمد بن عبد الله: زادني الثقة من أصحابنا أنه منها مات.

ابو الحسین مسلم بن الحجاج کے لئے ایک مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی، پھر ان کے سامنے ایک حدیث بیان کی گئی جسے انہوں نے نہیں پہچانا، پھر وہ اپنے گھر تشریف لے گئے اور چراغ جلا لیا اور گھروالوں سے کہا: اس کمرے میں تم میں سے کوئی بھی داخل نہ ہو۔ ان سے عرض کیا گیا کہ ہمارے پاس کھجور کی ایک ٹوکری بطور تحفہ آئی ہے تو آپ نے فرمایا: میرے پاس لے آؤ۔ پھر وہ ان کے پاس (یہ ٹوکری) لے آئے تو آپ حدیث تلاش کرتے رہے اور ایک ایک کھجور چبا کر کھاتے رہے۔ صبح ہوئی تو کھجوریں ختم ہو چکی تھیں اور حدیث بھی مل گئی۔

محمد بن عبد اللہ (حاکم نیشاپوری) نے فرمایا: مجھے اپنے ساتھیوں میں سے ایک ثقہ (?) نے مزید بتایا کہ وہ ان (کھجوروں کے کھانے) سے فوت ہوئے تھے۔

یہ روایت کئی کتابوں میں بغیر سند کے حاکم سے منقول ہے۔ مثلاً:

۱: تہذیب الکمال للہرمزی (۷/۹۷)

۲: سیر اعلام النبلاء للذہبی (۱۲/۵۶۳) وغیرہما۔

یہ قصہ دو وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: ثقہ کون ہے؟ اس کا کوئی اتا پتا نہیں اور اصول حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ راوی کا حدثنی الثقة کہنا اور اپنے استاذ کا نام نہ لینا تو شیق نہیں ہوتا۔

لہذا کھجوریں کھانے سے وفات کا قصہ ثابت نہیں، بلکہ ضعیف و مردود ہے۔

۲: ابوالعلاء محمد بن علی الواسطی ضعیف ہے۔ (دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضور: ص ۷۷ ص ۱۶)

اگر یہ روایت تاریخ نیشاپور یا حاکم کی کسی کتاب میں نہ ملے تو قاضی ابوالعلاء کی وجہ سے حاکم نیشاپوری سے بھی ثابت نہیں، لہذا سارا قصہ ہی مشکوک و ضعیف ہے۔

اگر کوئی کہے کہ اس قسم کے قصوں کا مشہور ہونا ہی کافی ہے اور یہاں صحیح یا حسن سند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں (!! تو اس کا جواب یہ ہے کہ مشہور کی دو قسمیں ہیں:

۱: صحیح و حسن لذاتہ

۲: ضعیف و مردود، بلکہ بے سند و موضوع۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

مشہور حدیث صحیح بھی ہوتی ہے جیسے ”الأعمال بالنیات“ والی حدیث اور حسن بھی ہوتی ہے۔ لوگوں کے درمیان ایسی حدیثیں بھی مشہور ہو جاتی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہوتی یا کلیتاً وہ موضوع ہوتی ہیں اور یہ بہت زیادہ ہیں۔ (اختصار علوم الحدیث ۲/۳۵۶، اردو مترجم ص ۱۰۵) اول الذکر کے حجت ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اور ثانی الذکر مردود کی ایک قسم ہے۔

کئی روایات عوام و خواص میں مشہور ہوتی ہیں، لیکن اصول حدیث کی رو سے بے اصل و مردود ہوتی ہیں۔ مثلاً:

۱: سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت: ”اجتهد برائی“

۲: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کا قصہ

۳: امام عبداللہ بن المبارک کا قاضی فضیل بن عیاض کو میدان جہاد سے خط لکھنے کا قصہ

۴: امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کی قبر کا قصہ۔ وغیر ذلک

تفصیل کے لئے دیکھئے ”مشہور واقعات کی حقیقت“ (مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ)

یہ کتاب محترم ابوالاجد محمد صدیق رضا حفظہ اللہ نے عربی سے اردو قالب میں ڈھالی ہے اور مفید فوائد بھی لکھے ہیں۔ (۲۳/ جنوری ۲۰۱۳ء)

حافظ زبیر علی زئی

## ظہور احمد حضروی کوثری اور موضوع روایات کی بھرمار

اصول حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ کذاب اور متروک راویوں کی روایات بطور حجت و بطور استدلال بیان کرنا جائز نہیں، لیکن پھر بھی بہت سے بد نصیب اور غلط کار لوگ جھوٹی اور مردود روایات بطور جزم بیان کرتے رہتے ہیں، انھی میں سے ظہور احمد حضروی (نصف کوثری) ہیں جن کی تحریرات موضوعات و باطیل سے بھری پڑی ہیں۔

ان من گھڑت روایات کے خروارے (ڈھیر) سے دس (۱۰) روایتیں بطور نمونہ و شتے از خروارے مع رد نیز برائے خیر خواہی پیش خدمت ہیں، تاکہ عام مسلمانوں کی اصلاح ہو اور ظہور و نثار دونوں بھی اپنے مرنے سے پہلے توبہ کر لیں:

۱) امام ابو حنیفہ کے بارے میں ظہور احمد نے بطور جزم لکھا ہے:

”آپ کے پوتے اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ) کا ہی بیان ہے:

أنا اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان من أبناء فارس الاحرار، و اللہ ما وقع علينا رق قط۔ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان (امام ابو حنیفہ) بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں۔ بخدا! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔“

اس کے بعد ظہور احمد نے چودھویں صدی کے شبلی نعمانی تقلیدی (م ۱۳۳۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ ”اسماعیل نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے.....“

(امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام ص ۲۵)

اسماعیل بن حماد ضعیف تھے یا مجروح، اس سے قطع نظر ان کی طرف منسوب قول کا

حوالہ دیتے ہوئے ظہور احمد نے تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۷) تہذیب الکمال (۱۹/۱۰۵)

تہذیب التہذیب (۵/۶۳۹) اور سر اعلام النبلاء (۶/۵۳۱) کے نام لکھے ہیں۔ تہذیب

التہذیب میں تو یہ قول بلا سند ہے، البتہ تاریخ بغداد، تہذیب الکمال اور النبلاء میں اس کی سند درج ذیل ہے:

”مکرم بن أحمد القاضی: حدثنا أحمد بن عیید اللہ بن شاذان المرزوی قال: حدثني أبي عن جدي قال: سمعت إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة....“

احمد بن عبید اللہ (یا عبد اللہ) اور اس کے والد دونوں نامعلوم (مجہول) ہیں اور نصر بن سلمہ عرف شاذان المرزوی کذاب راوی تھا۔

امام ابو حاتم الرازی نے فرمایا: ”کان یفتعل الحدیث ولم یکن بصدوق“ وہ حدیثیں گھڑتا تھا اور سچا نہیں تھا۔

اسماعیل بن ابی اویس اور عبد العزیز الاویسی دونوں اسے بہت بُرا سمجھتے تھے۔

(کتاب المجرح والتعدیل ۸/۳۸۰)

حافظ ابن حبان نے فرمایا: ”کان ممن یسرق الحدیث، لا یحل الروایة عنه إلا للاعتبار.“ وہ حدیثیں چوری کرتا تھا، اس سے روایت کرنا جائز نہیں، سوائے اعتبار (مختلف روایات، اسانید اکٹھی کر کے جانچنے) کے لئے۔

احمد بن محمد بن عبد الکریم الوزان نے فرمایا: ”عرفنا کذبہ....“

ہم نے اس کا جھوٹ معلوم کر لیا۔

انھوں نے مزید فرمایا: ”فعلمنا أنه یضع الحدیث“ پس ہم نے جان لیا کہ وہ حدیثیں گھڑتا ہے۔ (المجرحین لابن حبان ۳/۵۱-۵۲)

عبدان نے عباس العنبری سے شاذان کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے منہ کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عدی نے فرمایا: ”أراد أنه یکذب“ ان کا مطلب ہے کہ وہ شاذان جھوٹ بولتا تھا۔ (اکمال لابن عدی ۷/۲۳۹۳، دوسرا نسخہ ۸/۲۷۱-۲۷۲)

حافظ ابن عدی نے اس کے حافظے کے بارے میں طویل کلام کے بعد فرمایا: ”وهو“

ينسب إلى الضعف“ اور وہ ضعف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ (اکمال ۷/۲۳۹۵)

امام دارقطنی نے اسے الضعفاء والمتر وکون میں شمار کیا۔ (ص ۷۷۷ت ۵۳۲)

حافظ ذہبی نے دیوان الضعفاء والمتر وکون میں ذکر کیا۔ (۲/۳۰۱ت ۳۲۷۳)

امام ابو زرعة الرازی نے اس کی روایت سننے کے بعد فرمایا: ”راوي هذا الحديث

مجنون، کم من کذاب یکون مجنوناً“ اس حدیث کا راوی مجنون ہے، کتنے ہی

جھوٹے مجنون ہوتے ہیں۔ (کتاب الضعفاء لابن زرعہ الرازی ۲/۴۰۳)

تشبیہ: یہ عبارت سعید بن عمرو البرذعی نے امام ابو زرعة سے سنی تھی، جیسا کہ مذکورہ حوالے کے شروع میں صراحت ہے۔

جمہور کے نزدیک مجروح اور کذاب راوی کے بارے میں امام ابو عمرو بہ رحمہ اللہ کی

تعریف مردود ہے۔

اس موضوع روایت کے برعکس عمر بن حماد بن ابی حنیفہ سے ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ

کے دادا ”زوطی“ کا بل والوں میں سے تھے۔ (اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ ص ۱، تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۳)

امام ابو نعیم الکوئی رحمہ اللہ (م ۲۱۸ھ) نے فرمایا: ابو حنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی،

آپ کی اصل کا بل سے ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۳-۳۲۵، سند صحیح)

یاد رہے کہ فارس چوتھی اقلیم میں ہے اور کا بل تیسری اقلیم میں ہے۔

(دیکھئے بحم البلدان ۳/۳۲۶، ۳/۳۲۶)

۲ ظہور احمد نے لکھا ہے: ”آپ کے دوسرے جلیل القدر شاگرد امام ابو نعیم فضل بن

دکین (م ۲۱۹ھ) آپ کا حسن و جمال یوں بیان کرتے ہیں:

كان الامام ابو حنیفة حسن الوجه، حسن اللحية، حسن الثياب، حسن

النعل، طيب الريح، حسن المجلس، هيو با۔

امام ابو حنیفہ ”حسین چہرے، خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، بہترین خوشبو،

بھلی مجلس والے اور رُعب دار آدمی تھے۔“

(..... کا محدثانہ مقام ص ۳۹ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/۳۳۱ و عقود الجمان ص ۳۳)

عقود الجمان میں یہ روایت بلا سند ہے اور دسویں صدی کے شافعی مولوی کی یہ کتاب بے سند اور باطل کتابوں میں سے ہے۔

تاریخ بغداد میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

” اخبرنا التنوخي: حدثني أبي: حدثنا أبو بكر محمد بن حمدان بن الصباح النيسابوري بالبصرة: حدثنا أحمد بن الصلت بن المغلس الحماني قال: سمعت أبا نعيم يقول..... “ (۱۳/۳۳۰)

اس سند میں احمد بن مغلس الحماني کذاب راوی ہے۔ اسے ابن عدی، ابن حبان، دارقطنی، ابن ابی الفوارس، حاکم اور ذہبی وغیرہم نے کذاب قرار دیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھیے: تلیسات ظہور و نثار، فقرہ: ۱)

بلکہ سرفراز خان صفدر دیوبندی نے اسے انتہائی کمزور اور جعل ساز راوی قرار دیا۔

(دیکھیے الکلام المفید ص ۲۴۵)

اس کذاب، انتہائی کمزور اور جعل ساز راوی کی روایت بیان کر کے ظہور و نثار دونوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ دونوں عدل و انصاف سے انتہائی دور ہیں، کذب نواز ہیں اور مسلمانوں کو جھوٹی روایات کے چکر میں پھنسانا چاہتے ہیں۔

تنبیہ: اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

(دیکھیے لسان المیزان ۵/۱۳۷، ۱۳۸/۱، محمد بن حمدان بن الصباح النیسابوری)

۳) ظہور احمد نے لکھا ہے:

”چنانچہ خلیفہ ہارون الرشید (م ۱۹۳ھ) نے ایک دفعہ امام ابو یوسف (۱۸۲ھ) سے درخواست کی کہ آپ میرے سامنے، امام ابو حنیفہ کے کچھ اوصاف بیان کیجیے۔

انہوں نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كان والله شديد الذب عن حرام الله، مجانباً لاهل الدنيا، طويل الصمت،

دائم الفکر لم [یکن] مهذرا ولا لثاراً، ان سئل عن مسئلة کان عنده منها علم اجاب فيها و ما علمته يا امير المومنين الا صائناً لنفسه و دينه مشتغلاً بنفسه عن الناس لا يذكر احداً الا بخير۔

اللہ کی قسم! آپ حرام چیزوں سے بہت بچنے والے اور دنیا سے احتراز کرنے والے تھے۔ نہایت کم گو تھے اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے (ورنہ خاموش رہتے)۔ امیر المؤمنین! یہاں تک میں جانتا ہوں، آپ اپنی ذات میں اور اپنے دین کی بہت حفاظت کرنے والے اور اپنے کولوگوں کی برائی سے دور رکھنے والے تھے، اور جب کسی شخص کا تذکرہ کرتے تو صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا، ہذہ اخلاق الصالحین۔

صالحین کے اخلاق اسی طرح ہوتے ہیں۔“ (...محدثانہ مقام ص ۳۹، ۴۰ بحوالہ فضائل ابی حنیفہ لابن ابی العوام ص ۴۷ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی ص ۹)

مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ للذہبی تو بے سند روایتوں کی ایک کتاب ہے اور ابن ابی العوام کی طرف منسوب کتاب فضائل ابی حنیفہ میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”۱۳۔ حدثني أبي قال: حدثني أبي قال: حدثني محمد بن أحمد بن حماد قال: حدثني محمد بن المبارك قال: ثنا الحسن بن إسماعيل بن مجالد قال: سمعت أبي يقول.....“ (ص ۴۷)

اس سند کے راویوں کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

- ۱: احمد بن محمد بن عبد اللہ بن احمد بن یحییٰ بن الحارث عرف ابن ابی العوام السعدی  
اس کی کوئی توثیق محدثین کرام سے ثابت نہیں۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ۴/۳۲۰-۳۲۱)  
یہ شخص حاکم بامر اللہ مصری (رافضی) کا قاضی تھا۔ (دیکھئے الجواہر المفیہ ج ۱ ص ۱۰۷)  
حاکم بامر اللہ کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے:



عبیدی مصری رافضی بلکہ اسماعیلی زندیق، وہ رب ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ (البلاء، ۱۵/۱۷۳)

حافظ ذہبی نے مزید فرمایا:

وہ سرکش شیطان، متکبر، حق کا مخالف ہٹ دھرم، بڑے رنگ بدلنے والا، سفاکی سے (بے گناہوں کا خون بہانے والا) خبیث عقیدے والا..... اپنے زمانے کا فرعون تھا۔

(البلاء، ۱۵/۱۷۳)

اس فرعون وقت اور شیطان زندیق کے قاضی کی توثیق کہاں ہے!؟

۲: فرعون وقت کے قاضی ابن ابی العوام کا باپ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مجہول ہے۔

(مقالات ۲/۳۲۱-۳۲۲)

عبد القادر قرشی حنفی نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس شخص کا تذکرہ آگے کرے گا، لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور آگے جا کر کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

ظہور و نثار کو چاہئے کہ وہ اس قرشی کے وعدے کو خود زور لگا کر پورا کر لیں۔

۳: محمد بن عبد اللہ کا باپ عبد اللہ بن محمد بن احمد بن یحییٰ بھی مجہول ہے، اس کی کوئی توثیق نہیں ملی۔ (مقالات ۲/۳۲۲)

۴: محمد بن احمد بن حماد دولاہی (تحقیق راجح میں) ضعیف ہے اور حسن بن اسماعیل بن مجالد کے حالات نہیں ملے۔

یاد رہے کہ اس سے حسن بن اسماعیل بن سلیمان بن مجالد مراد لینا صحیح نہیں، ورنہ اسماعیل بن سلیمان بن مجالد کے حالات پیش کرنا ہوں گے۔

مختصر یہ کہ یہ روایت فرعون وقت کے قاضی، اس کے باپ اور دادا کی وجہ سے موضوع ہے اور حافظ ذہبی کا مناقب میں اسے بے سند لکھ دینا اس روایت کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں۔ ابوالوفاء الافغانی نے اس روایت کا ایک شاہد بھی تلاش کر لیا ہے، لیکن اس کی سند میں احمد بن محمد الحمانی کذاب ہے۔

۴ ظہور احمد نے لکھا ہے:

”امام ثوری نے فرمایا: هو واللہ اعقل من ان یسلط علی حسناتہ ما یذهب بہا۔ اللہ کی قسم! امام ابوحنیفہ بڑے عقل مند ہیں، وہ غیبت کر کے اپنی نیکیوں پر وہ چیز مسلط نہیں ہونے دیتے جو نیکیوں کو برباد کر دے۔“ (محدثانہ مقام ص ۴۰ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۱)

تاریخ بغداد میں اس روایت کی سند کا ایک حصہ درج ذیل ہے:

”مکرم بن أحمد: حدثنا أحمد بن عطية: قال: حدثنا يحيى الحماني قال: سمعت ابن المبارك يقول....“ (ج ۱۳ ص ۳۶۳)

اس سند میں یحییٰ بن عبد الحمید الحماني سخت مجروح ہے اور بوسیری نے فرمایا:

”ضعفه الجمهور“ اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(اتحاف الخيرة المحررة ج ۹ ص ۴۹۶ ج ۲ ص ۹۳۳)

یحییٰ الحماني سے اس قول کا راوی احمد بن محمد الحماني یعنی ابن عطیہ مشہور کذاب ہے، جس کا تذکرہ اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے۔

مکرم بن احمد کے بارے میں عرض ہے کہ ثقہ امام ابو القاسم الازہری رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ (امام) ابو الحسن علی بن عمر الدارقطنی سے میری موجودگی میں مکرم بن احمد کی (کتاب) فضائل ابی حنیفہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

”موضوع کلمہ کذب، وضعه أحمد بن المغلس الحماني قرابة جبارة و كان في الشرقية“ موضوع ہے، یہ ساری (کتاب) جھوٹ ہے، اسے جبارہ کے رشتے دار احمد بن مغلس الحماني نے گھڑا تھا اور یہ شخص (بغداد کے محلے) شرقیہ میں رہتا تھا۔

(تاریخ بغداد ۲/۲۰۹ ت ۱۸۹۶، سند صحیح)

محمد بن عمران المرزبانی (ضعیف) راوی کا ظہور احمد نے دفاع کیا ہے اور سات محدثین سے اس کی توثیق نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ (دیکھئے تلامذہ ص ۳۳۲-۳۳۳ حاشیہ)

لہذا عرض ہے کہ خطیب بغدادی نے صحیح سند کے ساتھ مرزبانی سے نقل کیا، اس نے عبد الباقی بن قانع (بغدادی حنفی، ضعیف) سے نقل کیا کہ شرقیہ میں رہنے والا ابن الصلت

”لیس بثقة“ ثقہ نہیں۔ (تاریخ بغداد ۴/۲۰۹)

ظہور احمد کے اصول سے اس صحیح حوالے اور حنفی عالم کی جرح کے بعد بھی ابن الصلت الحمانی کی روایات سے استدلال ظہور و ثار جیسے لوگوں کا ہی کام ہے۔  
 (۵) ظہور احمد نے لکھا ہے:

”حافظ الحدیث امام علی بن عاصم الواسطی (م ۲۱۰ھ) کا بیان ہے:

لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اهل الارض لرجح بهم۔

اگر امام ابوحنیفہ کی عقل کا موازنہ نصف اہل زمین کی عقلوں سے کیا جائے تو پھر بھی آپ کی عقل ان سب پر بھاری ہو جائے۔“

(محدثانہ مقام ص ۴۱، بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۳۲ و سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۷)

سیر اعلام النبلاء میں یہ قول بے سند ہے، لیکن اخبار ابی حنیفہ (۳۰) اور تاریخ بغداد (۱۳/۳۶۳) میں محمد بن شجاع (انجلی) کی سند سے یہ قول موجود ہے۔

محمد بن شجاع انجلی کے بارے میں حافظ ابن عدی نے فرمایا: وہ تشبیہ کے بارے میں حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام عبید اللہ بن عمر بن میسرہ القواریری رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے دس دن پہلے اس ابن انجلی کے بارے میں فرمایا: وہ کافر ہے۔

حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں نے اسے متروک قرار دیا اور دیگر محدثین نے بھی جرح کی۔ (دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۳۶۳)

ایسے کذاب راوی کی روایت پیش کر کے ظہور و ثار نے اپنی ”علمی“ ٹوکری لوگوں کے سامنے کھول کر بلکہ الٹ کر رکھ دی ہے۔ سبحان اللہ!

(۶) ظہور احمد نے لکھا ہے کہ امام شععی نے آپ (امام ابوحنیفہ) کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ”تم غفلت نہ کرو اور علم کی طرف پوری توجہ دو اور علماء کی صحبت میں ضرور بیٹھا کرو کیونکہ مجھے تم میں علمی قابلیت اور بیداری نظر آ رہی ہے۔“

”امام صاحبِ نغمہ مانتے ہیں..... امام شعیبی کی اس بات نے میرے دل میں گہرا اثر کیا اور میں نے بازار میں جانا چھوڑ دیا اور پوری طرح تحصیل علم میں لگ گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے مجھے فائدہ پہنچایا۔“

(محدثانہ مقام ص ۱۳۲، بحوالہ مناقب ابی حنیفہ للموفق الملکی و عقود الجمان ص ۱۶۰-۱۶۱)

عقود الجمان تو بے سند ہے اور موفق الملکی (ساقط العدالت) کی کتاب میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”و به قال (أبو محمد عبد الله بن محمد الحارثي) أنبا زيد بن يحيى الفقيه البلخي: أنبا يحيى بن موسى: سمعت يحيى بن أبي بكير يقول: كان أبو حنيفة يقول.....“ (ج ۱ ص ۵۹)

اس سند کا بنیادی راوی ابو محمد الحارثی کذاب ہے۔ اسے ابو احمد الحافظ اور حاکم وغیرہ مانے کذاب قرار دیا ہے، نیز جمہور محدثین نے جرح کی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے الحدیث: ۹۳ ص ۷۷-۸۶)

نیز زید بن یحییٰ الفقیہ البلخی کے حالات نامعلوم ہیں۔

۷) ظہور احمد نے لکھا ہے:

”چنانچہ امام صمیری (م ۱۳۶ھ) نے حضرت عطاءؓ کی مجلس کے حاضر باش حارث بن عبد الرحمن (م ۱۴۶ھ) سے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ:

کنا عند عطاء بعضنا خلف بعض، فاذا جاء ابو حنيفة اوسع له و ادناه .

ہم حضرت عطاء کے حلقہ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابو حنیفہ آجاتے تو حضرت عطاءؓ آپ کے لیے جگہ بنواتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے

تھے۔“ (محدثانہ مقام ص ۱۸۳ بحوالہ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۸۹)

مناقب الصمیری میں اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

”أخبرنا عبد الله بن محمد قال: ثنا مكرم: ثنا عبد الصمد بن عبيد الله عن

عبد اللہ بن محمد بن نوح قال: ثنا حفص بن يحيى قال: ثنا محمد بن أبان  
عن الحارث بن عبد الرحمن .....“ (ص ۸۳)

اس روایت کا پہلا راوی عبداللہ بن محمد بن ابراہیم الحلو انی ابوالقاسم ابن الشراح الشاهد ہے،  
جس کے بارے میں امام ازہری رحمہ اللہ نے فرمایا: ”کان يضع الحديث“

وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۱/۱۳۷، ۵۲۷، لسان المیزان ۳/۳۵۰)  
اسے ابوالفتح ابن ابی الفوارس نے بھی کذاب قرار دیا اور حمزہ بن یوسف السہمی نے فرمایا:

”کان معروفاً بالضعف، سمعت أبا الحسن الدارقطني وجماعة من حفاظ  
بغداد يتكلمون فيه و يتهمونه بوضع الأحاديث و ترتيب الأسانيد“

وہ ضعف کے ساتھ مشہور تھا، میں نے ابوالحسن الدارقطني اور بغداد کے حفاظ حدیث کی ایک  
جماعت سے سنا، وہ اس پر کلام کرتے تھے اور اسے اسانید و احادیث گھڑنے کا متہم قرار  
دیتے تھے۔ (سوالات حمزہ السہمی للدارقطني: ۳۲۹)

اس کذاب کے استاد مکرم القاضی کی کتاب ساری کی ساری جھوٹ کا پلندا ہے، جیسا  
کہ فقرہ نمبر ۴ کے تحت امام دارقطنی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔  
اس سند کے باقی چار راوی درج ذیل ہیں:

- ۱: عبدالصمد بن عبید اللہ (نام معلوم)
- ۲: عبداللہ بن محمد بن نوح (نام معلوم)
- ۳: حفص بن یحییٰ (نام معلوم)
- ۴: محمد بن ابان (نام معلوم)

ان چاروں کی توثیق مطلوب ہے۔

ایسی ظلمات قسم کی موضوع روایات کے بل بوتے پر ظہور و ثار سیاہ کو سفید اور رات کو  
دن ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۸) ظہور احمد کوثری دیوبندی نے امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی توہین کرنے کے لئے ثقہ

امام ابو عاصم النبیل رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا کہ ان سے کسی نے پوچھا: امام سفیان ثوری بڑے فقیہ ہیں یا ابو حنیفہ؟ انہوں نے جواب دیا:

”کسی بھی چیز کا موازنہ اس کی ہم مثل چیز سے کیا جاتا ہے، امام ابو حنیفہؒ تو پورے فقیہ ہیں، جبکہ سفیان ثوری متکلف فقیہ ہیں۔“ (محدثانہ مقام ص ۲۵۸ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/۳۲۲)

تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۳) میں اس روایت کی سند میں احمد بن محمد بن مغلّس یعنی ابن الصلت ہے، جو کہ مشہور کذاب تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون فقرہ نمبر ۲)

۹) ظہور احمد نے ایک ضعیف عندا لجمہور راوی قیس بن ربیع سے امام صاحب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ”امام ابو حنیفہؒ اپنا سامان تجارت بغداد بھیجتے اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی اس سے دیگر سامان خرید کر کوفہ لاتے۔ پھر اس سامان کو بیچ کر اس سے پورا سال جو نفع حاصل ہوتا اُس سے محدثین شیوخ کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروری اشیاء خرید کر ان کی طرف بھیجتے۔ باقی جو رقم بچ جاتی وہ بھی ان کو دے دیتے اور ان سے فرماتے، اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرو، کیونکہ میں نے اپنی طرف سے تم کو کچھ نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے میرے اوپر فضل فرمایا ہے۔“

(محدثانہ مقام ص ۷۱ بحوالہ تاریخ بغداد ۱۳/۳۵۸)

اس روایت کی سند میں احمد بن محمد الحمّانی ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۳/۳۶۰)

اور یہ ابن الصلت الحمّانی مشہور کذاب اور وضاع تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون، فقرہ سابقہ: ۲)

۱۰) ظہور احمد نے جمہور محدثین کے نزدیک مجروح، نیز متروک راوی عباد بن صہیب البصری سے نقل کیا ہے کہ محمد بن شجاع الحنّی نے اس سے کہا: آپ کے پاس امام ابو حنیفہؒ کی فقہ سے متعلق جو روایات ہیں وہ مجھ سے بیان کریں۔ انہوں نے (یعنی اُس) نے جواب میں فرمایا: ”میرے پاس امام ابو حنیفہؒ کی فقہی روایات کا صندوق بھرا ہوا موجود ہے، لیکن اس میں سے میں آپ کو کچھ نہیں سناؤں گا، البتہ امام ابو حنیفہؒ کی روایات کردہ احادیث آپ مجھ سے جس قدر سننا چاہتے ہیں، وہ میں بیان کرنے کے لیے تیار ہوں۔“

(محدثانہ مقام ص ۳۰۰ بحوالہ فضائل ابی حنیفہ ص ۸۵ والجواہر المصیۃ ۱/ ۲۶۷-۲۶۸)

الجواہر المصیۃ اور فضائل ابی حنیفہ (دونوں کتابوں میں اس اسٹوری کا راوی محمد بن شجاع النخعی ہے جو کہ بہت بڑا کذاب تھا۔ (دیکھئے یہی مضمون، فقرہ نمبر ۵)

صاحب جواہر نے اسے حنیفہ کے ایک امام احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی سے نقل کیا ہے، حالانکہ طحاوی کی کسی کتاب میں یہ روایت موجود نہیں بلکہ فرعون مصر اور کافر زندقہ حاکم بامر اللہ العبیدی کے قاضی (مجہول) کی مجہول سند والی کتاب میں یہ روایت بحوالہ طحاوی لکھی ہوئی ہے اور امام طحاوی تو اس موضوع روایت سے بری ہیں۔

یہاں ظہور احمد کی ایک بہت بڑی دوغلی پالیسی اور دو زخی کی وضاحت بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ظہور احمد نے عباد بن صہیب (متروک) کے بارے میں لکھا ہے:

”جو کہ بقول امام یحییٰ بن معین، ابو عاصم نیل سے زیادہ پختہ کار محدث تھے“

(محدثانہ مقام ص ۳۰۰ بحوالہ لسان المیزان ۳/ ۲۸۰)

لسان المیزان (۳/ ۲۳۱، دوسرا نسخہ ۳/ ۶۶۸) اور اکامل لابن عدی (۳/ ۱۶۵۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۵۵۷) میں اس روایت کی سند یہ ہے: ”ابن ابی داؤد: ثنا یحییٰ بن عبد الرحیم (الأعمش) قال: سمعت یحییٰ بن معین“

اس روایت کے پہلے راوی امام ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے ثقہ و صدوق اور صحیح الحدیث و حسن الحدیث راوی ہیں، لیکن ظہور احمد نے اپنی دوسری کتاب: ”تلاذہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا محدثانہ مقام“ میں انھیں شدید جرح کا نشانہ بنایا ہے۔

ایک اہل حدیث عالم (مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ) کی ایک غلطی کو بنیاد بنا کر ظہور احمد نے لکھا ہے:

”اس قول کی سند میں ایک راوی امام ابو داؤد کا بیٹا ابو بکر عبد اللہ بن ابی داؤد باقر مقلدین خود اپنے والد امام ابو داؤد کے نزدیک کذاب اور کثیر الخلاء ہے، چنانچہ امام ابو داؤد صاحب

اسنن فرماتے ہیں..... میرا بیٹا عبداللہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔“ (ملاذہ ص ۵۰۱)  
 حالانکہ امام ابوداؤد کی طرف منسوب یہ جرح قطعاً ثابت نہیں۔ (دیکھئے مقالات ۳/۲۷۹-۳۸۰)  
 مولانا اثری کی اجتہادی خطا کو تمام اہل حدیث کی طرف منسوب کرنا بھی غلط ہے۔  
 عرض ہے کہ حسن بن زیاد کذاب پر جرح میں ظہور صاحب نے ابن ابی داؤد پر شدید  
 جرح کی اور ان پر کذاب کا غیر ثابت فتویٰ بھی لگا دیا اور جب یہ راوی ان کی اپنی مرضی والی  
 روایت میں آئے تو آنکھیں بند کر کے ان کی روایت سے استدلال کر لیا۔

اسے دوغلی پالیسی اور دو رخی نہ کہیں تو کیا کہیں!؟

تنبیہ اول: یحییٰ بن عبدالرحیم کا تعین اور توثیق بھی مطلوب ہے۔

تنبیہ دوم: امام ابن ابی داؤد پر ظہور احمد کی نیش زنی کے جواب کے لئے دیکھئے ”جمہور  
 محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں پر ظہور احمد کی جرح“ (فقہہ نمبر ۶)

قارئین کرام! ظہور و ثار کی ٹوکری سے یہ دس (۱۰) موضوع روایتیں بطور نمونہ و  
 مشے از خردارے پیش کی گئی ہیں، ورنہ ان کی کتابوں میں بہت سی بے سند اور مردود روایتیں  
 موجود ہیں، مثلاً:

۱: ”تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو امام المسلمین (مسلمانوں کے امام) ابو

حنیفہ نے زینت بخشی ہے۔“ (محدثانہ مقام ص ۳۶ بحوالہ تہیض الصحیفہ للسيوطی ص ۱۲۷)

تہیض الصحیفہ (ص ۱۱۴) النجوم الزاہرہ لابن تغری بردی (۲/۱۵) میں یہ روایت بے

سند ہے، لیکن اخبار الصیری (ص ۸۵) میں اس کی سند موجود ہے، جس میں اسحاق بن

ابراہیم بن مقرض اور سوید بن سعید المرزوی دونوں مجہول ہیں (یہ سوید المرزوی صحیح مسلم کا

راوی نہیں) اور احمد بن محمد المنصوری غیر موثق (مجہول الحال) ہے۔

۲: ”امام ابوحنیفہ اپنے زمانہ میں فقہ، علم اور ورع، ہر اعتبار سے امام الدنیا تھے۔“

(محدثانہ مقام ص ۳۷ بحوالہ الاثقاء ص ۱۶۷)

سخت ضعیف و متروک راوی ابو مقاتل حفص بن سلم السمرقندی (دیکھئے مقالات



۳۶۳/۳-۳۶۷) کی طرف منسوب اس روایت کی سند میں ابو یعقوب یوسف بن احمد مجہول ہے اور ابو عبد اللہ محمد بن حزام الفقیہ، حزام الفقیہ اور محمد بن یزید کے حالات کی تلاش جاری ہے۔

۳: بہت سی بے سند روایتوں سے بھی ظہور احمد نے استدلال کیا ہے، مثلاً:

☆ ظہور احمد نے حافظ ذہبی کی چھتری تلے ابو معاویہ الضریر رحمہ اللہ سے منسوب کیا ہے: ”امام ابو حنیفہ سے محبت کرنا سنت ہے۔“ (محدثانہ مقام ص ۵۱ بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۶)

النبلاء (۶/۴۰۱) اور تاریخ الاسلام للذہبی (۹/۳۱۰) میں یہ قول بالکل بے سند ہے اور کسی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں ملی۔

☆ ظہور احمد نے بذریعہ حافظ ذہبی امام حفص بن غیاث رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے: ”امام ابو حنیفہ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہو سکتا ہے۔“ (محدثانہ مقام ص ۲۴۷ بحوالہ النبلاء ۶/۵۳۷)

سیر اعلام النبلاء (۶/۴۰۳) میں یہ قول بالکل بے سند ہے اور کسی کتاب میں اس کی کوئی سند نہیں ملی۔

آخر میں عرض ہے کہ ممکن ہے ظہور و ثار دونوں یہ پروپیگنڈا کریں کہ اہل حدیث کو امام ابو حنیفہ کے فضائل و مناقب پسند نہیں ہیں تو عرض ہے کہ یہ بات ہرگز نہیں، بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ احادیث رسول ہوں یا آثار صحابہ و تابعین، امام ابو حنیفہ کا معاملہ ہو یا امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور امام بخاری کا تذکرہ ہو، صرف صحیح و حسن لذاتہ روایات پیش کرنی چاہئیں اور ضعیف، مردود و بے سند روایات سے کلیتاً اجتناب کرنا چاہئے۔

ہماری نہ تو امام ابو حنیفہ سے کوئی دشمنی ہے اور نہ امام بخاری کا اندھا دھند دفاع مقصود ہے بلکہ ہمارا صرف ایک ہی مقصد منہج ہے کہ صحیح روایات سے استدلال اور ضعیف روایات کا رد۔

ہم آل دیوبند کی طرح متعصب نہیں کہ جمہور کے نزدیک ثقہ و صدوق راویوں مثلاً عبد العزیز بن محمد الدر اور دی، احمد بن جمیل المروزی، احمد بن علی بن مسلم الابار (ثقفہ

بالاجماع) بیثم بن خلف الدوری اور عبد اللہ بن ابی داؤد السجستانی وغیرہم پر جرح شروع کر دیں اور جمہور کے نزدیک یا بالاجماع مجروح راوی مثلاً احمد ابن الصلت الحمائی، ابو محمد الحارثی، محمد بن شجاع الحجی اور حسن بن زیاد اللؤلؤی وغیرہم کی توثیق ثابت کرنا شروع کر دیں، بلکہ ہمارا منہج روشن اور واضح ہے اور وہ ہے:

### تعارض کے وقت جمہور محدثین کو ہمیشہ ترجیح

اور اسی پر ہمارا عمل ہے اور اگر اس کے خلاف ہماری کوئی تحریر غلطی سے لکھی گئی ہے تو ہم اس سے علانیہ رجوع کرتے ہیں اور توبہ کا اعلان کرتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے جو فضائل صحیح سندوں سے ثابت ہیں، وہ بیان کریں مثلاً:  
 ۱: امام یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے فرمایا: ”أدرکت الناس فمارأیت أحداً أعقل ولا أفضل ولا أودع من أبي حنيفة.“ میں نے لوگوں کو دیکھا تو ابو حنیفہ سے زیادہ عقل والا، افضل اور پرہیزگار کوئی نہیں دیکھا۔ (تہذیب الکمال قلمی ج ۳ ص ۱۴۷)  
 اس قول کی سند صحیح ہے۔

۲: امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحم کرے، وہ امام تھے۔

(الاشقاء لابن عبد البر ص ۳۲)

اس قول کی سند حسن لذاتہ ہے۔

ہمارے ہاں کسی قسم کے تعصب یا جانبداری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، بلکہ ہم اصول حدیث کو مضبوطی سے پکڑتے ہوئے اسماء الرجال میں ترجیح الجمہور پر ہمیشہ قائم و دائم ہیں اور یہی ہمارا منہج ہے۔ والحمد للہ

ظہور و شہرت کی ”خدمات کوثریہ“ میں عرض ہے کہ ثقہ راویوں کو ضعیف و مجروح اور ضعیف و مجروح راویوں کو ثقہ و صدوق ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں اور مرنے سے پہلے توبہ کر لیں، ورنہ جان لیں کہ روز حساب قریب ہے۔ ان شاء اللہ

(۱۲/ شعبان ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۲/ جولائی ۲۰۱۲ء)

## نمازِ جمعہ (جہری نماز) میں فاتحہ خلف الامام اور آلِ دیوبند

دیوبندی ”علماء“ سے ایک سوال (نمبر ۲۷۳) پوچھا گیا:

”چھوٹے گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟“ تو انھوں نے جواب دیا:

”الجواب :- چھوٹے گاؤں جنکی آبادی تقریباً تین ہزار سے کم ہو ان میں جمعہ کسی طرح جائز نہیں۔ جمعہ کے روز آپ کو ایسے گاؤں سے باہر چلے جانا مصلحت ہے اور اگر رہنا کسی وجہ سے ضروری ہو۔ اور عدم شرکت میں کسی سخت فتنہ کا ڈر ہو جس کو آپ برداشت نہ کر سکیں تو پھر شرکت کر لینا جائز ہے (افتاء علی مذہب الشافعی) لیکن اس صورت میں آپ کو امام کے پیچھے قراءۃ فاتحہ کرنا چاہیے تاکہ امام شافعی کے مذہب کے موافق جمعہ صحیح ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ سبحانہ و تعالیٰ اعلم“ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند یعنی امداد الملتزمین ج ۲ ص ۳۹۴ دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۳۳۷)

محمد رفیع عثمانی دیوبندی مہتمم دارالعلوم کراچی (نمبر ۱۴) نے اس فتاویٰ دیوبندیہ کے بارے میں لکھا ہے: ”ان فتاویٰ کی حیثیت کے بارے میں تو کیا عرض کر سکتا ہوں، صرف اتنا لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اکابر علماء دیوبند اور حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر اعتماد فرمایا ہے۔ اور ان فتاویٰ کی اشاعت سے پہلے حضرت مفتی صاحب نے اپنی تواضع اور احتیاط کے پیش نظر حضرت مولانا مفتی سعید احمد رحمۃ اللہ علیہ سابق مفتی مظاہر علوم سہارنپور اور بعض دیگر علماء سے بھی نظر ثانی کرائی اور ان کے مشوروں سے بعض جگہ اصلاحات بھی فرمائیں ہیں“ (ایضاً ص ۷۶ دوسرا نسخہ ص ۸۵)

آلِ دیوبند یہ کہتے پھرتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام قرآن اور حدیث کی رو سے منع ہے، تو عرض ہے کہ جمعہ کے دن جہری نماز میں یہ ”ممنوع“ کام کیوں جائز ہو گیا؟ اور اگر یہ ممنوع نہیں تو آلِ دیوبند کے اس دعوے کی کیا حقیقت ہے کہ فاتحہ خلف الامام قرآن اور حدیث کی رو سے منع ہے؟ مزید معلومات کے لیے دیکھئے آئینہ دیوبندیت (ص ۱۸۷)

## ہمارا عزم

- ✽ قرآن و حدیث اور اجماع کی برتری
  - ✽ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت ✽ صحیح و حسن روایات
  - ✽ سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب ✽ اتباع کتاب و سنت کی طرف والہانہ دعوت
  - ✽ علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان ✽ مخالفین کتاب و سنت اور اہل باطل پر علم و
  - ✽ متانت کے ساتھ بہترین و با دلائل رد ✽ اصول حدیث اور اسماء الرجال کو مد نظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
  - ✽ دین اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع ✽ قرآن و حدیث کے ذریعے اتحاد امت کی طرف دعوت
- قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ”**الحديث**“ حضرت و کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر و تشکر

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

# کتاب الاربعین

- ☆ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے کتاب الاربعین کا آسان فہم ترجمہ
- ☆ مکمل تحقیق و تخریج ☆ شرح و فوائد ☆ راویان حدیث کا تعارف
- ☆ قلمی نسخے (مخطوطے) سے تقابل و موازنہ
- ☆ یاد ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے تمام احادیث بیان کی ہیں۔

**مکتبہ اسلامیہ**

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042, 37244973, 37232369  
 بیمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوٹوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256  
 alhadith\_hazro2006@yahoo.com



**www.ircpk.com**

